

اہل بدعت کی علامت

شیخ الاسلام ابواسماعیل صابونی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۴۹ھ) کہتے ہیں:

اہل بدعت کی سب سے نمایاں علامت احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حاملین سے سخت دشمنی کرنا، ان کو حقیر جاننا، ان کو حشویہ، جاہل، ظاہری اور مشبہ کہنا ہے۔

احمد بن سنان القطان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

ليس في الدنيا مبتدع الا وهو يبغض اهل الحديث فاذا ابتدع

الرجل نزعته حلاوة الحديث من قلبه . (صحیح)

”دنیا میں کوئی بدعتی نہیں مگر وہ اہل حدیث سے بغض رکھتا ہے، آدمی جب بدعتی ہوتا ہے تو

حدیث کی مٹھاس اس کے دل سے کھینچ لی جاتی ہے۔“

ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اہل بدعت کی علامت اہل الاثر میں طعن زنی کرنا ہے۔

(عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث لابی اسماعیل الصابونی، ص: ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۵)

اسلام کے مفاد پرست دوست

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ﴾ [الآیہ]

سے ایک نرالی قسم کے گروہ کا تذکرہ شروع فرمایا۔ انھیں سچی یا جھوٹی دلیل سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا صرف ذاتی مفاد سے ان کو مطلب ہوتا ہے جہاں مقصد مل ہو جائے اسی کے گن گانے لگتے ہیں اور وہی ان کا مذہب ہو جاتا ہے ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی دیوار یا پہاڑ کے سرے پر کھڑا ہوا اور ہر آن یہ خطرہ رہے کہ ابھی پاؤں پھسلا اور گرا۔ ایک مسلک پر پختگی سے کار بند نہ ہونے والا منافق ہوتا ہے اس پر ہر وقت عدم اطمینان کی کیفیت مسلط رہتی ہے، تذبذب، شبہات اور وسوسے اسے گھیرے رہتے ہیں جو نہی فائدہ نظر آیا خوش ہو گیا کہ یہ مذہب بہت اچھا ہے اور اگر آزمائش کی گھڑی آ پینچے تو عالم گھبراہٹ میں اسے کہیں اور کی سوچتی ہے وہ ہدایت سے نکل کر قعر ضلالت میں یوں گرتا ہے گویا پہاڑ سے نیچے آ رہا ہو اس کا مذہب موقع پرستی ہے۔ یہ اگر خدا کی عبادت کرتا ہے تو اس لیے نہیں کہ وہ مستحق عبادت ہے بلکہ اس کا ذاتی مفاد اس سے عبادت کراتا ہے اس میں اس کا کچھ دنیوی مطلب پنہاں ہوتا ہے۔ جس کے لیے وہ اپنا ایمان فروخت کر دینے سے بھی ہچکچاتا۔ ایسے بد قسمت کو خدا پر یقین کامل نہیں ہوتا۔ وہ توکل علی اللہ کی نعمت سے یکسر محروم ہوتا ہے وہ ہمیشہ اسی شش و پنج میں رہتا ہے کہ نہ جانے میری سنی جاتی ہے یا نہیں دعا کی قبولیت میں تاخیر ہو جائے تو استمداد غیر اللہ سے بھی نہیں چوکتا وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے اور کفر اس کے رگ و ریشہ میں سمایا ہوتا ہے یہ کہاں کی دوستی ہے! خوشی میں ساتھ اور تکلیف میں فرار۔ بعض مطلب پرست اتنے بد مذاق واقع ہوئے ہیں کہ مسجد میں جو تاگم ہو جائے تو اسی کو اپنے حق میں فال بد تصور کرتے ہوئے دین سے بیزار ہو جاتے ہیں اور خدا کے متعلق طرح طرح کے تشویش ناک خیالات اپنے دل میں بٹھا لیتے ہیں۔ ایک بدوی وارد مدینہ ہو کر حضور ﷺ سے بیعت ہوا اتفاقاً بخار چڑھ گیا آنحضرت ﷺ سے کہنے لگا۔ میری بیعت لوٹا دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

المدینۃ کالکبیر تنفی الخبث . (بخاری)

”مدینہ بھٹی کی مانند ہے جو گندگی کو نکال دیتا ہے۔“

اسی طرح بعض دیہاتیوں کو مدینہ میں آ کر کوئی خوشی دیکھنا نصیب ہو جاتی مثلاً مال غنیمت میں سے حاصل کیا یا اونٹنی نے بچہ دے دیا تو کہتے محمد ﷺ سچے ہیں۔ ذرا معاملہ ٹیڑھا ہو جاتا تو ذہن کی گندگی نکل کر باہر آ رہتی منافقوں کا تو خیر شیوہ ہی یہ تھا۔ کہ وہ مال کے پیچھے پیچھے بھاگتے تھے جدھر سے مل گیا اسی کے مداح سرا ہو گئے۔ آج بھی کئی مفاد پرست ایسے ہیں جب انھیں محسوس ہوتا ہے کہ اپنی جماعت میں انھیں خاص مقبولیت حاصل نہیں وہ فوراً ایسے گروہ میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں جہاں انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے اور معقول تنخواہ مل جائے۔ حق و باطل کی تمیز ان کے پیش نگاہ نہیں ہوتی۔ دنیوی عزت اور پیسے کا لالچ ان کی نظروں میں واقع ہوتا ہے ان کے نزدیک کھرے اور کھوٹے کی کسوٹی یہی ہوتی ہے کہ اپنا لو کہاں سیدھا ہوتا ہے۔ (مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ)

الاعنصل

یکے از مطبوعات دارالدعوة السلفية

27 رجب المرجب 1434 ھ جمعہ المبارک 07 تا 13 جون 2013ء

شماره 23 جلد 65

مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلغوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم

مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی

کمپوزنگ

- رضا اللہ ساجد

0333-4786507

0344-4656461

☆ جواہر پارے

☆ کلمہ طیبہ

☆ اداریہ

☆ دریں قرآن

☆ دریں حدیث

☆ اسلامی معاشرہ

☆ مذاکرہ علمیہ

☆ معجزات النبی

☆ سیرت وسوانح

☆ اطلاعات واعلانات

☆ شعر وادب

☆ آوازِ جرس

اہل بدعت کی علامت

اسلام کے مفاد پرست دوست

تفسیر سورة الصفّت..... (۷)

”کتاب الایمان“..... (۱۱)

عدل اجتماعی کا تصور و اہمیت..... (۳) آخری

مالک الملک کے اپنے ہندوں پر احسانات... (۲)

معراج النبی ﷺ

شیخ صالح الحُصین ﷺ

اطلاعات واعلانات

آوازِ جرس

(مولانا محمد اسماعیل ملتانی ﷺ)

(حافظ احمد شاہر)

(مولانا ارشاد الحق اثری)

(ابو حمزہ عبد الحمید المری)

(پیغمبر ﷺ عبد الوہاب)

(حافظ محمد شہباز حسن)

(لیتوب محمود)

(صہیب حسن باندن)

(ماہر القادری)

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج پراج لاہور
 فون نمبر : 042-3735 4406
 فیکس نمبر : 042-37229802
 رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے
 سالانہ : 500/- روپے
 بیرونی ممالک سے : 200/- ریال }
 ڈالر امریکی 60/-

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یار ڈپرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

.....کٹ جاتی ہیں زنجیریں

یہ شمارہ جب قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا تو اس وقت تک نئے حکمران حلف اٹھا چکے ہوں گے اور نئی حکومت تشکیل پا رہی ہوگی۔ اقتدار کا ہما کم و بیش انہی خانوادوں کے سروں پر بیٹھتا، انہی کے صحنوں میں اترتا جن سے وہ آشنا ہو، جن کی کشش ثقل اسے اپنی طرف کھینچ لاتی ہو یا جس طرف نا دیدنی قوتیں ہنکارا بھرتی ہوں۔ ان انتخابات میں ”نیا پاکستان“ یا ”بدلے ہوئے پاکستان“ کے سلوگنوں کو کافی پذیرائی ملی۔ تاہم اب دیکھئے یہ نئے نعرے اور سلوگن دینے والے کیا کارکردگی دکھاتے ہیں۔ ان انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی کی شکست نے ایک بات واضح کر دی کہ اب شخصیات کا طلسم ٹوٹنا شروع ہو گیا ہے۔ فہم تو حید سے عاری انسان جب خالق کل شئی سے منھ موڑتے اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایات پیچھے چھوڑ کر اس کی مخلوق میں کرشماتی صفات تلاش کر کے یا تراش کر ان کے گرد عقیدت کا ہالہ بنا لیتے اور ان کے مافوق البشر تصور راتی خصائص کے گرویدہ ہو جاتے ہیں تو اسی وجہ سے قرآن حکیم نے ان جیسے لوگوں کو فہم تو حید سے عاری اور بے عقل فرمایا ہے۔ صدیوں کی ہندوانہ معاشرت کے باعث برصغیر کی دین سے نابدا کثرت کو شیطان کسی نہ کسی مخلوق..... درخت، بت، قبر یا انسان..... کے سحر میں اس حد تک مبتلا کر دیتا ہے کہ انسان کی مت ہی ماری جاتی ہے۔ عوام کا طلسماتی شخصیات کے سحر سے نکلنا عوامی شعور بیدار ہونے کی اچھی اور مثبت علامت ہے۔

دنیا میں عدل و انصاف کا نام نہاد علم بردار امریکہ کہ اس کے عدل، امن، جمہوریت کے پیمانے ہمیشہ دھوڑے رہے ہیں اور شاید رہیں گے بھی۔ دو پاکستانی بے گناہ نو جوانوں کے قاتل اور ایک پاکستانی کو گاڑی تلے روندنے والے مجرم اپنے کارندے ریمنڈ ڈیوس کو تو عدل و انصاف کو پامال کرتے ہوئے بڑی ڈھٹائی سے روز روشن میں دندناتے ہوئے بعض وارثوں سے ساز باز کر کے اور ان کو دیت کا جھانہ دے کر امریکہ لے گیا لیکن پاکستانی بیٹی عافیہ صدیقی کو جرم بے گناہی میں ۸۰ سال قید کی سزا دیتے ہوئے نہ اس کے عدل و انصاف کے دعوؤں پر کوئی آنچ آئی اور نہ ہی اس کی جبین پر عرق ندامت کے کوئی قطرے جھلملائے۔

وطن عزیز کے سلگتے مسائل میں ایک اہم مسئلہ گم شدہ افراد کی بازیابی کا بھی ہے۔ شکست روس کے بعد سے امریکہ نے اپنے ان محسنین کو جنہیں وہ مجاہدین کا V.I.P پر ڈیوٹول دے کر پاکستان لایا تھا اور جن کی جانی و مالی قربانیاں شکست روس کا سبب بنی تھیں، اس خوف سے قابو کرنا چاہا کہ ان کا جنوں تو اب فارغ بیٹھنے کی بجائے حصول مقصد..... اسلامی حکومت..... کی جانب گامزن ہوا تو یہ جاں نثار راستے کی ہر اس رکاوٹ کو دو نیم ٹھوکرے سے ہٹا دیں گے اور وہ خوب سمجھتا تھا کہ وہ کون ہے جو ان کا راستہ روکنے کی کوشش کرے گا۔ تو اس نے اس عمل بد، یعنی ان کو گرفتار کرنے کی پاکستان ہی سے ابتدا کرتے ہوئے ڈاکٹر عبداللہ عزام رحمہ اللہ، کوشہید، یوسف رمزی کو گرفتار اور اسامہ بن لادن جیسے مجاہدین کا تعاقب شروع کر دیا۔ جہاد افغانستان کی ایک اہم لیکن نسبتاً گمنام شخصیت شیخ جمیل الرحمن رحمہ اللہ کو بھی اسی طاغوت نے سازش کے ساتھ شہید کروایا تھا۔ یہ ایسی شخصیت تھی جو نہ کسی دام ترویر میں آسکی، نہ کوئی ترغیب ان کی منزل کھوٹی کر سکی نہ کوئی ترہیب ان کا مقصد اوجھل کر سکی اور نہ ہی کوئی جاہ و حشمت کی تحریص ان میں تلون پیدا کر سکی۔ افغان جہاد سرد ہونے کے بعد ایک غیر لبرل حکومت کے دور میں مجاہدین کی ایک خیمہ بستی جلوزئی کیمپ پر پہلا چھاپہ مار کر مجاہدین کی پکڑ دھکڑ شروع کی گئی تھی، اس کے بعد مجاہدین، ان کے محسنین، معاونین اور خادین سب ہی کو مرحلہ وار گرفت میں لایا جانے لگا۔ ناشر حکمران نے تو بڑی ڈھٹائی سے اپنی تالیف کثیف میں مجاہدین کو ڈالروں کے عوض امریکہ کے حوالے کرنے، یعنی بیچنے کا اعتراف

کر کے تاریخ کو دلیل مہیا کر دی کہ مجاہدین کے پیسے وصول کرنے والے خود مسلمان اور ایک نظریاتی مملکت پاکستان کے حکمران رہے ہیں۔ اس کے بعد افغانستان پر پہلا میزائل حملہ، پھر ۹/۱۱ کا ڈرامہ، پھر میزائل حملوں کی بوچھاڑ، خودکش حملہ، بم حملے اور آخر میں ڈرون ایسے شروع ہوئے جواب تک جاری ہیں اور اب نوبت بایں جارسید کہ آقائے ولی نعمت کے سامنے نہ کوئی اب تک دم مار سکا ہے اور نہ ہی شاید کوئی گردن اٹھا کر بات کرنے کی ہمت رکھتا ہے۔ بلکہ اب تک سیاسی قائدین اور حکمران تک تک دیدم، دم نہ کشیدم کی کیفیت میں ہیں۔

شروع میں گم شدہ افراد کی بازیابی کا ذکر کیا گیا تھا اب تک اس پر عدالت عظمیٰ قانونی دائرے میں رہ کر بہت تن دہی سے کوشاں ہے، کچھ افراد بازیاب بھی ہو چکے ہیں لیکن بہت سے افراد ابھی تک بازیاب نہیں ہوئے۔ پاکستانی بیٹی عافیہ صدیقی کا معاملہ بہ ظاہر ابھی تک جوں کا توں ہی ہے۔ نئی حکمران جماعت خصوصاً میاں محمد نواز شریف سے درخواست ہے کہ وہ جنابہ عافیہ صدیقی کی رہائی کے لیے بھرپور کوشش فرمائیں اور اس میں کوئی بھی دقیقہ فرو گزاشت نہ کریں۔ اسی طرح وہ ڈرون حملوں پر بھی مشاورت سے وسیع تر قومی مفاد کی خاطر ایسا مضبوط موقف اپنائیں جس میں خود داری و خود مختاری ماورائے بیاں عیاں ہوتی نظر آئے۔

آپ قومی، سیاسی لیڈروں اور اعضاء حکومت کے مشورے کے بعد پاکستانی طالبان سے امن کے لیے جو مثبت مذاکرات کرنے کا سوچ رہے تھے کہ امریکہ نے تازہ ترین ڈرون حملہ کر کے آپ کی اس مخلصانہ کوشش کو سبوتاژ کر دیا۔ یہ نہ کوئی نئی بات ہوئی ہے اور نہ ہی کوئی غیر متوقع۔ ہر پاکستانی بلکہ ہم جیسا عوامی جب یہ جان چکا ہے تو حکمرانوں کو ہم سے کہیں زیادہ جاننا چاہیے کہ امریکہ پاکستان میں کسی بھی صورت میں امن نہیں چاہتا، بد امنی میں اس کا قرض بڑھتا، اسلحہ بکتا اور وہ حکمرانوں کو ان جانے خوفوں میں مبتلا رکھ کر سکون کے نام پر سامانِ تعیش فراہم کرتا اور بلند سے بلند معیار زندگی میں دھکیلتا چلا جاتا ہے کہ یہ اس کے نیو ورلڈ آرڈر کا حصہ ہے کیونکہ حکمرانوں کے انھی اللوں تللوں میں اس کی حیات ہے۔

جناب میاں صاحب! وطن عزیز کی تاریخ میں تو امریکن کہہ مکر نیوں کی داستانیں بہت ہیں۔ طالبان کے بارے میں اس کی تازہ واردات سے اس کے من کا میلان اور کینہ بھرے سینہ سے بغض مسلم کا سارا تعفن باہر آ گیا ہے۔

ان فتنوں، سازشوں اور آزمائشوں سے بچنے کے لیے اگر آپ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کے صرف ایک حکم ﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ اَوْلِيَاءَ﴾ کو حرز جاں بنالیں تو بے قول علامہ اقبال حکم الہی کی صرف یہی ایک اطاعت آپ کو ہزار سجدوں سے نجات دلا دے گی۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ انتاہل نہیں جس طرح ہم نے لکھ دیا لیکن اگر آپ اس کو منزل بنالیں، مقصد حیات یا مقصد حکمرانی طے کر لیں تو صبر، وقار، دانش اور دانائی سے حکم الہی تسلیم کرتے ہوئے اس کی منزلیں اخلاص نیت سے طے کرنا شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی یقیناً راہنمائی فرمائے گا اور اس سلسلے میں آپ کی اس طریقے سے مدد فرمائے گا جس کا آپ کو وہم و گمان تک نہ ہوگا، جس طرح صنعتی اور تجارتی خاندان ہونے کے ناطے سے معیشت کی بحالی کا آپ کو احساس ہے، اس کی عملی مشکلات کا جو اندازہ آپ کو ہے اور اس کے لیے جس قدر آپ فکر مند ہیں وہ کسی بیان کے محتاج نہیں۔ اسی طرح جس دن آپ نے مخلوق پر اعتماد کی بجائے خالق پر اعتماد کر لیا اس دن اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کے لیے بھی اور وطن عزیز کے لیے سارے بند راستے کھول دے گا۔ اللہ تعالیٰ سچا ہے اس کا وعدہ بھی سچا ہے۔ دیکھئے سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”اور وہ لوگ جنہوں نے ہمارے بارے میں پوری کوشش کی ہم ضرور انہیں راستے دکھا دیں گے۔“

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا نگاہِ مردِ مومن^(۱) سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

تفسیر سورة الصف

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

والے فیصلے کی باتیں کرتے ہیں اور شیاطین اس وقت ان کی باتیں سن لیتے ہیں۔ یا جو فرشتے آسمان سے اللہ کا حکم لے کر آتے ہیں تو آسمان کے دروازوں پر کھڑے ہونے والے فرشتے پوچھتے ہیں کہ کس کام کے لیے جارہے ہو تو وہ انھیں بتلاتے ہیں یوں شیاطین ان سے سن لیتے ہیں۔“ اس کی تائید صحیح بخاری میں حضرت عائشہ کی حدیث سے ہوتی ہے:

ان الملائكة تنزل في العنان - وهو السحاب
- فتذكر الامر قضی في السماء، فتسترق
الشیاطین السمع فتسمعه فتوحیه الی الکھان
فیکذبون منها مائة کذبة من عند أنفسهم .

(صحیح بخاری: ۳۲۱۰)

”فرشتے عنان میں اترتے ہیں..... اور عنان سے مراد بادل ہے..... وہاں وہ ان فیصلوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان میں جاری فرمائے ہوتے ہیں، یہاں سے شیاطین یہ خبریں چراتے ہیں اور سن کر کانہوں کو بتلاتے ہیں تو وہ اپنی طرف سے سوچوٹ ملا کر ان کو بتلاتے ہیں۔“
عنان سے مراد بادل ہیں جیسا کہ راوی نے وضاحت کی ہے۔

(فتح الباری: ۳۰۹/۶)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ”السحاب“ سے مراد آسمان بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ آسمان پر السحاب کا اطلاق ہوا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد حقیقتاً بادل ہی ہوں اور بعض فرشتے جب وحی لے کر زمین پر آتے ہیں تو شیاطین ان کی باتیں سن لیتے ہیں

۴: چوتھا سوال یہ ہے کہ فرشتوں کا مستقر تو آسمان کی بالائی سطح پر ہے، کیا آسمان کا حجم مانع نہیں کہ شیاطین آسمان کے نیچے سے فرشتوں کی بات سن سکیں؟ اگر کہا جائے کہ شیاطین کی قوت سماعت بڑی ہے تو اس پر پھر یہ اشکال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو شیاطین کے سننے کی نفی کی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے: ﴿لَا يَسْمَعُونَ إِلَّا الَّتِي أَلْعَلَى﴾ کہ وہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہیں لگا سکتے یا اوپر کی مجلس کی بات نہیں سن سکتے۔ اس لیے ان کی قوت سماعت کے کوئی معنی نہیں۔ اگر انھیں سننے سے روکنا مطلوب نہیں تو ان پر شہاب ثاقب پھینکنے کا کیا فائدہ؟ امام رازی رحمہ اللہ نے تو یہ بات کہہ کر بات تمام کر دی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے اس کا کوئی فعل کسی علت و معلول سے وابستہ نہیں جو وہ چاہے کرتا اور فیصلہ فرماتا ہے۔ کسی کے لیے اس کے فیصلے پر اعتراض کی گنجائش نہیں۔ امام ابو منصور ماتریدی نے بھی فرمایا ہے کہ ہمیں جنات کے سماعت کی کیفیت معلوم نہیں۔ (تاویلات اہل السنۃ: ۵۴۸/۸)

علامہ آلوسی نے یہاں یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ آسمان کے فرشتے تو عبادت میں مصروف ہوتے ہیں ایک قدم رکھنے کے برابر بھی جگہ خالی نہیں جہاں فرشتے قیام میں کچھ رکوع یا سجود میں اللہ کی بندگی میں مصروف نہ ہوں۔ تو شیاطین ان سے کیا سننے کی کوشش کرتے ہیں؟ پھر فرشتے جب حوادث کے بارے میں بات کرتے ہیں تو وہ اونچی آواز سے تو نہیں کرتے ہوں گے۔ آسمان کا حجم بعض آثار میں پانچ سو سال کی مسافت کے برابر بتلایا گیا ہے۔ تو شیاطین کو فرشتوں کی آواز کیسے سنائی دیتی ہوگی۔ علامہ آلوسی نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہے کہ ”فرشتے آسمان کے نیچے اترتے ہیں تب وہ باہم مستقبل کے بارے میں ہونے

اور فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو بارش برسانے پر مقرر ہیں۔
(فتح الباری: ۲۲۰/۱۰)

علامہ آلوسی نے مزید فرمایا ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ اجرام سماویہ آواز سننے میں مانع نہ ہوں۔ علامہ آلوسی کی تائید حدیث معراج سے ہوتی ہے کہ پہلے آسمان پر حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھٹکھٹایا اور دروازہ کھولنے کا کہا تو فرشتوں نے کہا: کون ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا نام بتلایا۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: محمد ﷺ۔ انھوں نے پھر پوچھا: کیا انھیں رسول بنا دیا گیا ہے؟ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ہاں، تب انھوں نے دروازہ کھول دیا۔ آسمان کے نیچے سے دروازوں پر کھڑے فرشتوں سے یہ گفتگو اس بات کی دلیل ہے اجرام فلکی سماعت صوت سے مانع نہیں۔ اس لیے اگر شیاطین چھپ چھپ کر آسمان کے قریب پہنچ جاتے تھے تو وہ فرشتوں کی آواز بھی سن لیتے تھے۔ علامہ آلوسی نے یہ مزید فرمایا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیاطین کے استراق سے محفوظ کرنے کے لیے ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے اوپر جانا ناممکن بنا دیتے یا فرشتوں سے فرمادیتے کہ تم آہستہ کلام کیا کرو یا ان کی لغت و زبان ایسی کر دیتے جو شیاطین سمجھ ہی نہ سکتے۔ اس کی بجائے شہاب ثاقب کا انتظام کیا گیا آخر کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں ایک ابتلائی صورت ہے۔ صانع حکیم مطلق ہے اس کا کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس پر اس کی حکمت کی گرہ کھول دیتا ہے۔

امام قرطبی کے حوالے سے ہم یہ قول بھی ذکر کر آئے ہیں کہ ان آیات میں ﴿الا من خطف الخطفة﴾ کی جو استشیٰ بیان ہوئی اس سے مراد وحی کے علاوہ فرشتوں کی باتیں مراد ہیں۔ عرب میں نزول قرآن کے وقت کہانت کا بڑا چرچا تھا۔ جگہ جگہ کاہن بیٹھے مستقبل کی خبریں بتلاتے تھے۔ گم شدہ اشیاء کے بارے میں سچی جھوٹی خبریں دیتے اور لوگو اپنے معاملات میں ان سے راہنمائی لیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب قرآن پاک میں ماضی کے قصص اور مستقبل کی

پیش گوئیوں سے متعلق آیات پڑھ کر سنائیں اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے ان باتوں کی اطلاع فرشتے کے ذریعے ہوئی ہے تو مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو کاہن کہنا شروع کر دیا کہ ان کا بھی (معاذ اللہ) دوسرے کاہنوں کی طرح کسی شیطان سے تعلق ہے جسے یہ وحی کے نام سے ہمیں سناتے ہیں۔ ان کے اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ شیطان کی تو ملأ الاعلیٰ تک رسائی ہی ممکن نہیں جو چھپ چھپا کر اوپر جا کر کچھ سننے کی کوشش کرتے ہیں ہر طرف سے انھیں دھنکارا جاتا ہے اور ان پر شہاب پھینکے جاتے ہیں۔ وحی الہی تک ان کی دسترس ممکن ہی نہیں۔ اگر فرشتوں کی کوئی بات وہ اچک لیں تو ان پر شہاب ثاقب برسائے جاتے ہیں۔ اس لیے وحی کا یہ سلسلہ بالکل محفوظ ہے اس میں کسی کی دخل اندازی کا کوئی تصور نہیں۔

اس سے پہلے کی آیات میں جہاں یہ اشارہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے ہیں جو ہر وقت تسبیح و تحمید میں سرگرم ہیں۔ یہ عابد ہیں معبود نہیں۔ مگر مشرکوں نے انھیں معبود بنا رکھا تھا اسی طرح وہ شیاطین کو بھی پوجتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ غیب کی خبریں جانتے ہیں۔ کچھ لوگ تو ورد و وظیفوں کے ذریعے ان سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرتے، اور شرکیہ اعمال کو اپنا کر انھیں خوش کرتے۔ اور وہی لوگ ان سے تعلق کی بنا پر مستقبل کی خبریں دینے کے دعوے دار بنتے تھے۔ انھی لوگوں کو کاہن کہا جاتا ہے جو جگہ جگہ بیٹھے لوگوں کی قسمتوں کو سنوارنے کے مدعی تھے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان آیات میں شیاطین کے ان ساتھیوں کے دعوے کی قلعی کھول دی ہے۔ کہ ملأ الاعلیٰ سے ان کا کوئی تعلق نہیں نہ یہ غیب کی خبریں جانتے ہیں یہ خبریں معلوم کرنے کے لیے اوپر جاتے ہیں تو ہر طرف سے ان کا تعاقب ہوتا ہے ان پر بھڑکتے شعلے برسائے جاتے ہیں۔ یہ اگر کچھ سن بھی لیں تو ان کے چیلے سو جھوٹ ملا کر آگے خبریں پھیلاتے ہیں۔ گویا قرآن پاک نے یہاں فرشتوں اور شیاطین جنوں کی حقیقت بیان فرما کے ان دونوں کی پوجا پاٹ کا سد باب کر دیا ہے۔

مؤلف: ابو بکر ابن ابی شیبہ

درس
حدیثتحفۃ الاخوان
کتاب الایمان

ترجمہ: ابو حمزہ عبدالحمید المرئی

۶

کہ خوش آمدید، پاک اور پاکیزہ شخصیت کے لیے جس کے متعلق میں نے رسول کریم ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ عمار تو سرتاپا ایمان سے پُر ہے۔“

۹۳۔ عن الحسن یقول: إن الایمان لیس بالتحلی ولا بالتمنی، إنما الایمان ما وقر فی القلب وصدقه العمل.

”حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایمان ظاہری خوب صورتی اور خواہشات کا نام نہیں بلکہ ایمان تو وہ ہے جو دل میں جاگزیں ہو اور اس کی تصدیق عمل سے ہو۔“

۹۴۔ عن ابن عباس أنه قال لغلما نھ: من أراد منکم الباءة زوجناھ، لا یزنی منکم زان إلا نزع اللہ منہ نور الایمان، فإن شاء رده، وإن شاء أن یمنعہ منعہ. (حسن)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے غلاموں سے فرماتے کہ تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا ہو ہم اس کی شادی کر دیں گے، تم میں سے جو زنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کا نور چھین لیتا ہے اگر وہ چاہے تو اس کا نور واپس کر دے اور چاہے تو اسے روک لے واپس نہ کرے۔“

۹۵۔ عن ابن طاؤس عن أبیہ قال: عجبنا لإخواننا من أهل العراق یسمون الحجاج مؤمنا!.

”حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ ہمیں عراقی بھائیوں پر تعجب ہے کہ وہ حجاج (بن یوسف ظالم) کو مومن کہتے ہیں۔“

۹۶۔ عن إبراھیم: أنه کان إذا ذکر الحجاج

۸۹۔ عن عبد اللہ بن عمرو قال: مثل المؤمن مثل النخلة، تأکل طیبا وتضع طیبا.

”حضرت عبداللہ بن عمرو (بن العاص) رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مومن کھجور کی طرح ہے جو پاکیزہ غذا حاصل کرتی ہے اور پاکیزہ پھل دیتی ہے۔“

۹۰۔ عن أبی موسیٰ قال: قال رسول اللہ ﷺ: المؤمن للمؤمن کالبنیان، یشد بعضہ بعضا. (صحیح)

”حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”مومن دوسرے مومن کے لیے بنیاد کی طرح ہے کہ جو ایک دوسرے کو مضبوط بناتا ہے (جس طرح اینٹیں مل کر بنیاد کو مضبوط کر دیتی ہیں)۔“

۹۱۔ عن عمرو بن شرییل قال: قال رسول اللہ ﷺ: إن عمارا ملیء ایمانا إلی مشاشہ. (صحیح)

”حضرت عمرو بن شرییل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار کے متعلق فرمایا کہ وہ سرتاپا سراسر ایمان سے پُر ہے۔“

۹۲۔ عن ہانیء ابن ہانیء قال: کنا جلوسا عند علی علیہ السلام، فدخل عمار فقال: مرحبا بالطیب المطیب، سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: إن عمارا ملیء ایمانا إلی مشاشہ.

”ہانی بن ہانی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں بیٹھے تھے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انھوں نے کہا

قال: ﴿إِلَّا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾ [هود: ۱۸] . (صحیح)

”حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سامنے حجاج کا ذکر ہوتا تو کہتے: خبردار ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔“ (ہود: ۱۸)

۹۷۔ عن الشعبي قال: أشهد أنه مؤمن بالطاغوت كافر بالله . يعني الحجاج . (صحیح)

”امام شعبی (عاصر بن شراحیل) نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حجاج طاغوت پر ایمان لانے والا ہے اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔“

۹۸۔ عن إبراهيم قال: كفى بمن يشك في أمر الحجاج لحاه الله .

”ابراہیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص حجاج کے بارے میں شک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے برباد کرے۔“

۹۹۔ عن عاصم قال: قلنا لطلق بن حبيب: صف لنا التقوى ، فقال: التقوى عمل بطاعة الله ، رجاء رحمة الله ، على نور من الله ، والتقوى ترك معصية الله ، مخافة الله ، على نور من الله . (صحیح)

”عاصم رضی اللہ عنہ نے طلق بن حبیب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا: تقویٰ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کی رحمت کی امید کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نور (ہدایت) کے مطابق کرنا اور تقویٰ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ترک کرنا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے، اللہ کے دیئے ہوئے نور کے مطابق۔“

۱۰۰۔ عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: ما هو بمؤمن من بات شعبان وجاره طاوإلى جانبه . (صحیح بشواہدہ)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا ہمسایہ تو بھوکا رہا اور اس نے رات کو

پیٹ بھر کر کھانا کھایا وہ مؤمن نہیں۔“

۱۰۱۔ عن عبد الله بن عمرو قال: يأتي على الناس زمان ، يجتمعون ويصلون في المساجد ، وليس فيهم مؤمن . (صحیح)

”عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ مساجد میں نماز پڑھنے کے لیے جمع تو ہوں گے لیکن ان میں کوئی بھی مؤمن نہیں ہوگا۔“

۱۰۲۔ عن أنس بن مالك قال: ثلاث من كن فيه وجد طعم الإيمان وحلاوته: أن يكون الله تبارك وتعالى ورسوله أحب إليه مما سواهما ، وأن يحب في الله ، وأن يبغض في الله - وذكر المشرك .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کے اندر تین (آمدہ) باتیں ہوں گی تو اس نے ایمان کا ذائقہ اور اس کی مٹھاس حاصل کر لی: (۱) تمام سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اسے زیادہ محبوب ہو۔ (۲) محبت اللہ تعالیٰ کی خاطر کرے۔ (۳) اور اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر کسی سے بغض رکھتا ہو اور مشرک کا بھی ذکر کیا۔“

۱۰۳۔ عن المسور بن مخرمة وابن عباس: أنهما دخلا على عمر ♦ حين طعن فقال: الصلاة ، فقال: إنه لا حظ لأحد في الاسلام أضع الصلاة ، فصلى وجرحه يثعب دما ، رضي الله عنه . (صحیح)

”حضرت مسور اور ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے گئے جب وہ خنجر سے زخمی ہوئے تھے، تو انھوں نے فرمایا: نماز کی پابندی کرو نیز کہا کہ جس نے نماز ضائع کی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، پھر انھوں نے زخم سے خون بہتے رہنے کی حالت میں نماز ادا کی۔“

عدل اجتماعی کا تصور و اہمیت

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

بیگم بلقیس عبدالوہاب

والدین کے ساتھ احسان:

احسان سے مراد نیک برتاؤ، فیاضانہ سلوک، ہمدردانہ، دادرسی، خوش خلقی، درگزر، باہمی مراعات کا احترام، ایک دوسرے کی ضروریات کا لحاظ، دوسرے کو اس کے حق سے کچھ زیادہ دینا اور اپنے حق کیلئے کم پر راضی ہو جانا ہے۔ اگر عدل اجتماعی انصاف کی اساس ہے تو احسان اس کا جمال اور کمال ہے، احسان کرنا اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی صفت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر ایک پر احسان فرض کر دیا ہے۔ اولاد، والدین، رشتہ داروں پر احسان پر مبنی عدل اجتماعی کا حکم دیا ہے اس طریق کار سے معاشرے میں عدل و اعتدال برقرار رہتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی رضا والدین کی رضا میں ہے اور اس (اللہ تعالیٰ) کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔“

ایک مرتبہ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور اپنے باپ کی شکایت کی کہ وہ اس کا مال و دولت لے لیا کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے اس آدمی کے باپ کو بلایا، وہ ایک بوڑھا شخص تھا۔ ایک لکڑی کا سہارا لیتا ہوا حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اس سے اس بارے میں استفسار کیا، اس نے کہا! یہ ایک زمانہ میں ضعیف تھا اور میں قوی، کبھی یہ فقیر تھا میں غنی، میں نے کبھی اُسے اپنی کوئی چیز لینے سے نہیں روکا، اور آج میں ضعیف ہوں یہ قوی، میں فقیر ہوں یہ غنی، اب یہ اپنا مال مجھ سے بچاتا ہے۔ حضور ﷺ یہ باتیں سن کر رو پڑے اور فرمایا!

”اگر پتھر بھی یہ باتیں سن لے تو اپنے آنسو نہ ضبط کر سکے گا۔“

پھر لڑکے سے کہا:

”تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“

”تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“

(تفسیر کشاف زمخشری: ۶۵۹/۲)

اللہ تعالیٰ نے خرچ کے بیان میں پہلے نمبر پر والدین کو رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ الدِّينُ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْإِنِّ السَّبِيلَ﴾ [البقرة: ۲۱۵]

”وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں؟ کہہ دے تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو سو وہ ماں باپ اور زیادہ قربت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔“

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ [النساء: ۳۶]

”اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔“

اگر انسان ضروریات زندگی کی سرگردانی کے باعث ماں باپ سے اعراض پر مجبور ہو تو بھی تاکید ہے کہ والدین کے ساتھ عدل اجتماعی اور حسن سلوک اختیار کیا جائے۔

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا﴾ [العنکبوت: ۸]

”اور ہم نے انسان کو اُس کے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تین دعائیں

کرنی چاہتا ہے سونیک کاموں میں آگے بڑھو۔“
جو حکام یا جج اللہ تعالیٰ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے لوگ ظالم ہیں:

﴿وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ
وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ
وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ لَا وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ
بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ
فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ [المائدة: ۴۵]

”اور ہم اُن لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ
جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے
بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے
دانت اور سب زخموں کا اس طرح بدلہ ہے اب جو شخص بدلہ
معاف کر دے وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا۔ اور جو اللہ کے
نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی
لوگ بے انصاف ہیں۔“

جج کی اہلیت:

- ☆ سربراہ مملکت ایسے شخص کا انتخاب کرے جو فی الواقع اس عظیم منصب یعنی عدل اجتماعی کا کام سرانجام دینے کا اہل ہو، تاکہ اپنی ذمہ داری سے دیا نندار نہ طور پر عہدہ براہو سکے۔
- ☆ وہ راسخ العقیدہ مسلمان ہو اور کام میں پرجوش ہو۔
- ☆ اس کا ہر کام اور ہر اقدام شریعت کی تقویت اور استحکام کے لیے ہو۔
- ☆ وہ ذاتی اغراض، حرص اور لالچ سے مبرا ہو۔
- ☆ ایک عادل قانون دان ہو اسے اجتماعی حالت کا بخوبی علم ہو۔
- ☆ وہ معتبر شخصیت کا مالک ہو جو قوم کے مفادات اور ضرر رساں امور سے واقف ہو۔
- ☆ وہ تمام لوگوں کے جائز حقوق کا خیال رکھے جو اس کے پاس انصاف کے لیے آئیں۔

ہیں جو ضرور قبول ہوتی ہیں ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور باپ کی دعا اپنے بیٹے کے خلاف (بد دعا)۔

(صحیح ترمذی، ابواب البر والاحسان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:
اے لوگو! تم اپنے باپ سے بیزار مت ہو۔ کیونکہ باپ سے بیزار ہونا کفر ہے۔ (صحیح ترمذی کتاب الفرائض)
اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عدل:

عدل اور احسان و عفو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں شامل ہیں وہ عادل ہے رحیم ہے وہ رحمن ہے، رب ہے منعم ہے اسلام میں عدل اجتماعی اور احسان و عفو کو اہم اور بنیادی حیثیت حاصل ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے عدل اجتماعی کا حکم دیا ہے عدل و احسان کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے اس لیے کہ احسان بھی عدل کا ہم پایہ ہے۔

اسلام میں عدل کا جو حکم ہے اس کا مطلب ہے کہ دوسروں کے ساتھ بھی انصاف کرو اور اپنے ساتھ بھی اور ان نعمتوں کے ساتھ بھی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہیں۔

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ط لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ط وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَمِيقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ [المائدة: ۴۸]

”ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اُن سب پر نگہبان ہے تو جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اُس سے ان کے درمیان فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اُس کو چھوڑ کر اُن کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک امت کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا مگر وہ تمہاری آزمائش

☆ ابوالحسن علی محمد بن الماوردی کے نزدیک حج کو ہوشیار، ذہین، پرہیز گار، دیانت دار، اور شک و شبہ سے آزاد ہونا چاہیے۔ قانون و شریعت سے واقف ہو، اس کے حواس خمسہ میں کوئی نقص نہ ہو اور عدل اجتماعی پر مبنی حقیقت پسندانہ فیصلہ کرے، اسے اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ انسانی زندگی کی تکمیل اور تعمیر شخصیت، مال سے نہیں بلکہ اعمال سے ہوتی ہے اس کی سیاسی وابستگی نہیں ہونی چاہیے۔ شاہ عسان نے ایک مرتبہ ایک عام عرب کو پتھر مار دیا یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ وہ اگرچہ بادشاہ تھا مگر حضرت عمرؓ نے فیصلہ سنایا کہ یا تو تم اسے راضی کرو ورنہ وہ بدلہ لے گا یہ فیصلہ شاہ عسان پر بہت شاق گزرا، اس نے کہا کہ آپ ﷺ کے نزدیک عام عرب اور ایک بادشاہ کے درمیان کوئی فرق نہیں حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ”نہیں قطعاً نہیں“، اسلام نے تم دونوں کو یکساں مقام عطا کیا ہے۔

عدل اجتماعی کے لیے ادائے امانات کا حکم:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۚ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا ۝۵۸﴾ [النساء: ۵۸]

”بے شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل لوگوں تک پہنچا دو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو فیصلہ عدل سے کرو بے شک اللہ سمیع و بصیر ہے۔“

مفتی محمد شفیع اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آیت کے پہلے حصے میں ادائے امانات کا حکم ہے اور دوسرے میں عدل و انصاف کا، ان میں ادائے امانات کو مقدم کیا گیا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ پورے ملک میں عدل و انصاف کا قیام اس کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا کہ جن کے ہاتھ میں ملک کا اقتدار ہے وہ پہلے

ہوں۔ (معارف القرآن، محمد شفیع جلد دوم، ص ۴۴۶)

تاریخ عالم کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ کسی بھی حکومت کی بنیاد میں علماء اور دانش وروں کے ترتیب دیئے گئے حکومتی ڈھانچے میں چند چیزیں مشترک رہی ہیں: اول سلسلہ حکمرانی اور دوم عدل اجتماعی (عدل و انصاف) اول الذکر کی کامیابی کا راز حاکم کی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ موخر الذکر کی کامیابی پر منحہ ہے۔ ایک حاکم کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے محکوم علاقے میں عدل و انصاف سے حکمرانی کرے اور اس کے لیے اپنے محکوم علاقے میں عدل اجتماعی سے تمام احکام کی صحیح بجا آوری شرط ہے مگر یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب حاکم وقت اپنی توانائیوں کا پچاس فیصد حکم کو سمجھ کر جاری کرنے میں صرف کرے اور پچاس فیصد اس کی تعمیل کی کاملیت کا یقین کرنے میں صرف کرے جو کہ صرف اطلاعات کی صحیح فراہمی ہی سے ممکن ہے۔

اسلامی معاشرے میں عدل اجتماعی کی اہمیت کا اندازہ کرنے سے پہلے ہمیں اسلامی معاشرے کے تصور سے واقفیت ضروری ہے۔ اسلامی ریاست سے مراد وہ ریاست ہے جہاں دین اسلام کے قوانین نافذ ہوں، اس بارے میں قرآن کے احکام بہت واضح ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ

إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ ط ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ [النساء: ٥٩]
”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم
مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم
کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ،
اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام
کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔“

مندرجہ بالا آیات اسلام کے پورے مذہبی، تمدنی اور سیاسی نظام
اور عدل اجتماعی کی بنیاد اور اصل الاصول ہیں اور اسی پر تعلیمات نبوی
ﷺ کی روشنی میں عدل اجتماعی کی عمارت قائم ہو سکتی ہے۔ جب یہ
بات مان لی جائے کہ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے تو لا محالہ یہ بھی ماننا
پڑے گا جو شخص ریاست کا امیر بنے گا وہ حاکم اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) کے
تحت کام کرے گا اور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں درست فیصلہ
کرے گا۔ تعلیمات نبوی کی روشنی میں وہی لوگ عدل اجتماعی قائم کر
سکتے ہیں جو اس کے قوانین پر مکمل یقین رکھتے ہوں، ہر وہ شخص حاکم
بننے کا اہل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو، قرآن و سنت پر عمل کرتا
ہو، عوام کے ذہنی معیار کے قریب تر ہو اور وہ اسے حاکم ماننے پر ذہنی
اور قلبی طور پر آمادہ ہوں ہر حالت میں قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ
ہی قانون ہیں امیر غریب سب پر یکساں قانون لاگو ہوگا۔ بلا تمييز رنگ
ونسل اور عہدہ کے ہر ایک کے ساتھ مساوی سلوک ہوگا برتری کا معیار
صرف تقویٰ ہوگا۔ ارشاد بانی ہے!

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ [النحل: ٩٠]
”اللہ انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔“

جس عدل اجتماعی کو اسلام چاہتا ہے وہ عدل و انصاف ہے جو نہ
محبت سے متاثر ہوتا ہے نہ عداوت سے نہ مال و جان سے دبتا ہے۔
یہ حقیقت ہے کہ آج پاکستان کا ہر باشعور، ذی نفس، عدل اجتماعی
کا خواہش مند ہے صحیح معنوں میں عدل اجتماعی نہ ہونے کی وجہ سے
تمام خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اس لیے جب تک عدل اجتماعی نہ ہوگا

معاشرے میں موجود قباحتیں بھی ختم نہ ہوں گی۔

پاکستان مسلمانوں ہی کا ملک ہے یہاں پر حکمران اللہ کے نام پر
حلف اٹھاتے ہیں کہ امانت و دیانت سے ملک کی خدمت کریں گے
کتنے حکمرانوں نے ایسا کیا؟

پاکستان میں جو لوگ عدل اجتماعی کے خواہش مند ہیں وہ عدل
کرنے پر قدرت نہیں رکھتے اور جن کے پاس عدل اجتماعی کی قوت
ہے ان کے دل میں عدل اجتماعی کی خواہش نہیں کیونکہ کڑ اور کھر عدل
اجتماعی ان کے لئے زہر قاتل ثابت ہوگا۔ جس کے بعد وہ ہمیشہ ہمیشہ
کے لئے اس ملک کی سیاست اور قوم کی قیادت سے محروم ہو جائیں
گے۔ عدل و انصاف کی یہ طویل کشمکش حقیقت میں ظالم اور مظلوم کے
درمیان ایک لاتناہی طبقاتی کشمکش ہے اور اس معروضی اور تاریخی سچائی
کا صحیح اور مکمل ادراک بے دھڑک اظہار اور اس کے موثر تدارک کی دیر
پاؤں امیر کے بغیر مطالبہ عدل اجتماعی سراپ ہوگا۔

آج پاکستانی قوم کے سامنے اصل چیلنج ہی یہ ہے۔ کہ کسی بھی
معاملے میں کوئی روش اختیار کرنے سے پہلے معلوم کرے کہ اس
بارے میں قرآن و سنت سے ملنے والی رہنمائی کیا ہے؟ اس لیے کہ
ایک مسلمان کے نزدیک قرآن و سنت آخری پیغام ہے جو اللہ تعالیٰ
نے انسانیت کی راہنمائی کے لئے قیامت تک ایک ہی واحد راستے
کے طور پر بھیج دیا ہے ہمارا موٹو! ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے
ان تینوں رجحانات کا صحیح ادراک اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری
یک سوئی کے ساتھ اللہ پر بھروسہ دین حق سے وابستگی اور وفاداری،
مسلمان عوام کی طاقت کو منظم اور متحرک کرنے کے لئے عدل اجتماعی کی
ضرورت ہے، قرآن و سنت سرچشمہ ہدایت ہیں پاکستان مسلمانوں کی
اصل منزل اور ان کی امیدوں کا مرکز ہے۔ اسلام کے دائرے میں
بے پناہ آزادی فکر و عمل ہے اور اسلام بہترین شورا کی اور فلاحی نظام کی
طرف رہنمائی کرتا ہے۔

وقت کی اصل ضرورت ایک ایسی عبوری حکومت ہے جس کی
اسلام اور پاکستان سے وفاداری کے ساتھ اہلیت اور بے داغ کردار پر

قوم اعتماد کر سکے۔

حضور ﷺ کے زمانے میں ایک عورت نے جرم کا ارتکاب کیا، اس کا تعلق قبیلہ بنی مخزوم سے تھا اس قبیلے کے لوگ چاہتے تھے کہ اس عورت کو سزا نہ ملے۔ اس کے لیے انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سفارش کروائی، تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا۔“ (صحیح بخاری، غزوۃ الفتح)

اسلام سے قبل یہود و نصاریٰ میں یہ طریقہ رائج تھا کہ جرم کی سزا فرد کی حیثیت دیکھ کر دی جاتی تھی یعنی اگر غریب اور کم حیثیت آدمی جرم کرتا تو اسے سزا دی جاتی اور اگر قوم کا امیر آدمی جرم کرتا تو اسے سزا نہ دی جاتی یعنی عدل و انصاف بالکل بھی نہ تھا۔

قانون کے نفاذ کا مسئلہ درپیش ہو تو اسلام کسی قسم کے امتیاز کا روادار نہیں ہے اسلام میں کسی مراعات یافتہ طبقہ (Privileged Class) کا تصور نہیں ہے کہ اس کے لیے ایک طرح کے ضوابط ہوں اور محکوم اور غریب طبقہ کے لئے دوسرے عدل غریب امیر کیلئے برابر ہے۔ مدینہ میں حضور ﷺ کی آمد کے وقت دو یہود قبائل بنو نضیر نے بنو قریظہ کو اس ظالمانہ معاہدے پر مجبور کر دیا تھا کہ اگر بنو نضیر کا کوئی آدمی بنو قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر دے تو قصاص لینے کا ان کو حق نہ ہو گا بلکہ خون بہا کے طور پر 70 سق کھجوریں ادا کی جائیں گی اور اگر معاملہ برعکس ہو تو بنو قریظہ کے خون بہا سے دو گنا کھجوریں بھی لی جائیں گی اور قصاص بھی لیا جائے گا اور اگر مقتول مرد ہو تو بنو قریظہ کے دوسرے قتل کئے جائیں گے اور اگر بنو نضیر کے غلام کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے میں بنو قریظہ کے آزاد کو قتل کیا جائے گا۔ اگر بنو نضیر کے آدمی کا ہاتھ کاٹا ہے تو بنو قریظہ کے آدمی کے دو ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ حضور ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد بھی بنو نضیر نے بنو قریظہ پر یہی ظالمانہ قوانین نافذ کرنا چاہے تو بنو قریظہ نے اعلان کیا، جاؤ ہم اب ظالمانہ قوانین نہیں مانتے اب عدل اجتماعی کرنے والی ہستی حضور ﷺ ہمارے درمیان آ گئی ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے قول و فعل سے عدل اجتماعی کا مظاہرہ کیا۔ اسلام نے امتیازات کے خاتمہ کا اعلان کر کے انسانوں کے درمیان عدل و مساوات کا پیغام دیا۔ (اسلامی سیاست، الرحیق المختوم، ص ۴۰۱)

پاکستانی عدالتوں میں حالات کی نوعیت کافی پیچیدہ ہو گئی ہے ہماری سیاست ہماری بیوروکریسی نے پورے ریاستی و معاشرتی حالات کو تباہی کے دھانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ تفتیشی اداروں میں ایسے لوگوں کو لانے کی ضرورت ہے جو امانت و دیانت کے اوصاف کے حامل ہوں اور عدل و انصاف سے فیصلہ کریں تاکہ کوئی بے گناہ سزا نہ پائے اور کوئی گناہگار سزا نہ سکے۔ ہماری عدالتوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو عدل اجتماعی کے عمل میں خود ایک بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔

ٹرانسپیرنسی انٹر نیشنل:

چند سال پہلے پاکستان کو دنیا کا دوسرا بڑا کرپٹ ملک قرار دیا تھا۔ سگنگ، ٹیکس چوری، فراڈ، غبن ماحول کو خراب کرنے والے حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں اسلامی فلسفہ اخلاق و قانون کی روشنی میں قانونی مساوات نبوی ﷺ کے درس عدل و انصاف کو عملی طور پر اپنے نظم عدل میں سمو دیں تو حالات بہتر ہو جائیں گے۔ عدل اجتماعی کا قیام اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیئے بغیر ایک ریاست ”اسلامی ریاست“ کہلا ہی نہیں سکتی لہذا قانونی اور عدالتی سطح پر عدل اجتماعی کا قائم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔

عدم اعتدال:

اہل مغرب نے انفارمیشن ٹیکنالوجی کا سہارا لے کر دنیا کو گلوبل و لیج قرار دیا ہے۔ جدت پسندی (Modernization) اور مغرب پرستی (Westernization) کو غلط ملط کر کے ہم معنی سمجھنے پر زور دیا ہے اہل مغرب کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کو مسلمان نہ رہنے دیا جائے یعنی اسلام، اسلام نہ رہے بلکہ نام کے مسلمان ہوں۔ مسلمان دانشور، ان کے مابین فرق و امتیاز کرنے لگے ہیں اور انہوں نے مغرب کی اندھی تقلید سے مسلمانوں کو باز رہنے اور جدتوں کو اختیار

کرنے کا شعور دیا ہے۔

11 ستمبر 2001ء کے واقعے کے بعد مسلمانوں کے خلاف امریکہ کے افغانستان اور عراق کو تباہ و برباد کرنے کے غیر انسانی رویے سے امت مسلمہ ان غیر مسلموں کے غیر منصفانہ اور افراط و تفریط کے رویوں سے بہت دل گرفتہ ہے کیونکہ مسلمان عدالت پسند ہیں اور عدل اجتماعی اسلام کی تعلیمات یہی ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں راہ اعتدال سے نہ ہٹا دے۔ دنیا میں امن و امان، عدل و انصاف، اعتدال اور میانہ روی سے قائم ہو سکتا ہے جو اسلام کی تعلیمات کی روح رواں ہے۔

حضور ﷺ کے قائم کردہ عدالتی نظام سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت میں اچھائی اور برائی کا عنصر ہمیشہ رہا ہے۔ اس لیے انسانوں کے درمیان اختلاف فطری بات ہے مگر بعض اختلافات حق و صداقت پر مبنی ہوتے ہیں اور بعض جھوٹ اور تعصب پر ایسی صورت میں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایات دی ہیں کہ وہ کسی کی طرفداری نہ کریں بلکہ حق کے ساتھ عدل اجتماعی سے فیصلہ کریں۔

برہان علم و عمل:

☆ قرآن مجید ﴿بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ﴾ اور جو کتاب اے پیغمبر آپ کی طرف نازل ہوئی۔“ (سورہ البقرہ، آیت نمبر ۴)

☆ تو سنت رسول ﷺ ما اراك الله یعنی ”اللہ تعالیٰ کا دکھایا ہوا اور اسی کا پرتو اور نقش ہے۔“

☆ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ ﴿فَأَمَّا يَاسِيَتَيْنَكُم مِّنِّي هُدًى﴾ (سورہ البقرہ، آیت نمبر ۳۸)

”جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو اس کی پیروی کرنا۔“

ترسیل ہدایت کے لیے سلسلہ رسل قائم کیا گیا اور انبیائے کرام انسانوں کے لیے رحمت و مغفرت کا پیغام لے کر آتے رہے اور نبی آخر الزماں ﷺ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہر مخلوق کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے روشنی اور ہدایت

ہونے کی بناء پر یہ دونوں ایک ہیں۔ اس لیے کہ دونوں اسلامی شریعت میں برہان علم اور برہان عمل ہونے کی حیثیت سے ہر دور کی اولین ضرورت اور روشن ترین حجت ہیں کہ ان میں سے کسی ایک سے بھی سر موقوفات یا انحراف نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے عہد میں یہی دونوں شریعت اور عدالت کا قانون تھے اور تمام فتوے انہی سے حاصل کئے جاتے اور تمام مقدمات کے فیصلے انہی پر منحصر تھے۔ اور یہی معتبر بھی تھے، تاہم بعد میں کتاب و سنت کے ساتھ ساتھ اجماع و قیاس بھی عدلیہ شریعہ کے طور پر مسلمہ اصول قرار پائے جن کی وجہ سے افتاد و مسائل کا حل تلاش کرنے کی خاطر اجتہاد کیا گیا اور شریعت میں قانون سازی کا وسیع و عریض کام ہوانیز فقہاء اور مجتہدین نے اپنی بے پناہ ذہانت اور فکر و تدبر سے اللہ تعالیٰ کے اصول و نظریات کی بہترین تشریحات فرمائیں جو اسلامی شریعت کا بہترین سرمایہ اور عظیم ورثہ ہیں۔ جس نے بھی زندگی کو حضور ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کے طریقہ کے مطابق ڈھالا وہ اس دنیا میں بھی کامیاب و سرخرو ہا اور اس کی آخری زندگی بھی سدھر گئی۔ قرآن مجید کے نزول کے وقت بھی اس کا اعادہ کیا اور کہا:

﴿إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ﴾ [اللیل: ۹۲]

”یقیناً راہ دکھا دینا ہمارا ذمہ ہے۔“

مکافات عمل:

قرآن مجید کی تعلیمات ہمارے لئے ضابطہ قانون اور شریعت ہے وہی لائحہ عمل ہے اور وہی نصب العین اسی قانون کے ذریعہ تخلیق کائنات کا مسلسل محاسبہ اس دنیا میں ہوتا رہتا ہے مکافات عمل کے ذریعہ سے انسانوں کا محاسبہ غیب سے ہو رہا ہے۔ انسانی اعمال و افعال اور سزا و جزاء کے درمیان وقفہ انسان کی نگاہوں سے اوجھل ہوتا ہے۔ بظاہر خائن اور ظالم لوگ خوشحال نظر آتے ہیں۔ اور نیک و صالح لوگ تکلیف میں، جب کسی قوم میں ظلم حد سے بڑھ جائے تو ان پر ظالم حکمران مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں اور اپنی کمائی نیک کاموں کے لئے

اعلانیہ یا پوشیدہ خرچ کرتے ہیں۔ اور برائی کو بھلائی سے دُور کرتے ہیں برائی کا بدلہ تو ویسی ہی برائی ہے لیکن اگر کوئی معاف کر دے اور صبر سے کام لے، اور درگزر کرے تو اس کا بدلہ رب کے ذمہ ہے۔

عدل اجتماعی کو انجام دینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو نفسِ لواہ (ضمیر) عطا کیا ہے جو زندگی کے ہر مرحلے پر انسان کو صحیح اور غلط میں واضح فرق بتاتا رہتا ہے قانونِ مکافات عمل رائج کرنے کے لئے پیغمبر بھیجے۔ قوموں کے عروج و زوال کو اخلاقی عروج و زوال کا پابند کیا اور عدل و قسط کے کامل ظہور کے لیے اللہ تعالیٰ نے آخرت کا دن مقرر کیا جو میزانِ عدل اجتماعی کا دن ہوگا انسان کو اس کے اچھے اعمال کا انعام اور بُرے اعمال کی سزا ملے گی۔

اس دنیا کا نظام امتحان و آزمائش کے اُصول پر مبنی ہے اور آخرت کے معاملات عدل اجتماعی کے اُصول پر طے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے اور تمام اختیارات و تصرفات کو عدل اجتماعی سے کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نظامِ تکوینی کے ذریعے مکمل توازن قائم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس عدل اجتماعی کا حکم دیا ہے وہ توازن و تناسب ہے کائنات کی تخلیق و تدبیر میں بھی عدل خداوندی کار فرما ہے۔

اسلام کا نظریہ عدل اجتماعی اشتراکیت پسندوں اور انفرادیت پسندوں دونوں نظریات کی خوبیوں کا جامع ہے۔ اسلام عدل قائم کرتا ہے اور جرم کی سزا دینے سے پہلے حکم ہے کہ تمام حالات اور اسباب کا جائزہ لیا جائے اور مجرم کو سزا دیتے وقت مجرم کا نقطہ نظر اور اس معاشرے کا زاویہ نظر جس کے خلاف ارتکاب جرم کیا گیا ہے۔ سزا تجویز کرتے وقت دونوں باتوں کو مد نظر رکھا جائے۔

تعلیماتِ نبوی ﷺ نے دونوں نظریات کی خوبیوں کو سمیٹ کر خامیوں کو دور کر دیا ہے اور ایک معتدل نظریہ پیش کیا ہے جس میں فرد اور معاشرہ دونوں کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے۔ اور دونوں کے ساتھ عدل اجتماعی کیا ہے۔ حضور ﷺ کا نظریہ اشتراکیت پسندوں اور انفرادیت پسندوں دونوں نظریات کی خوبیوں کا جامع ہے اور خرابیوں

سے مبرا ہے اسلام ہی عدل اجتماعی قائم کرتا ہے۔

اسلامی تعزیرات کا اصول یہ ہے کہ پہلے وہ معاشرے کو ان تمام حالات و اسباب سے پاک کرے جو جرائم کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے بعد اگر لوگ جرائم کے مرتکب ہوں تو انہیں منصفانہ سزائیں دی جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں عدل اجتماعی سے زندگی کے ہر راستہ میں راہنمائی حاصل کریں اور عدل پر مبنی زندگی گذاریں۔ آمین ثم آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

صدقہ جاریہ کا سنہری موقع

مسجد جامع اہل حدیث محلہ قدیر آباد ملتان کا ایک پلاٹ مسجد کے ساتھ متصل ہے۔ اس کی پیمائش 24x60 ہے۔ چار فٹ کے لیے اس کا نقشہ تیار ہو چکا ہے، جن کی آمدن سے مسجد کے اخراجات میں مدد ملے گی۔

دوست احباب اور مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ اس تعمیراتی مشن میں ہمارا ساتھ دیں تاکہ یہ کام مکمل ہو سکے۔

اگر کوئی دوست اکیلا یا پھر چند دوست مل کر اس کا رخیر کی ذمہ داری اٹھالیں تو یہ ایک بہترین صدقہ جاریہ ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

برائے رابطہ

عبدالنجیر اویسی

0300-4240168 / 061-6009212

اکاؤنٹ میزبان بینک، چوک شہیدان، براچی ملتان

0504-02000001816

مالک الملک کے اپنے بندوں پر احسانات

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن

ہدایت اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کریں:

حدیث زیر بحث میں دوسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ وہی لوگ ہدایت پر ہو سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کرے۔ لہذا ہدایت اسی سے مانگنی چاہیے۔

﴿إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ [الفاتحة: ۶]

میں یہی سبق دیا گیا ہے۔

اٹھارہ انبیاء و رسل ﷺ کا نام لے کر تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَجْنِبْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾

[الأنعام: ۸۷]

”ہم نے انہیں منتخب کیا اور انہیں سیدھے راستے کی ہدایت دی۔“

سیدنا ابراہیم علیہ السلام رب العالمین کے تعارف میں فرماتے ہیں:

﴿الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِي﴾ [الشعراء: ۷۸]

”جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری راہنمائی کرتا ہے۔“

جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے اسے کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ [الفصص: ۵۶]

”آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، لیکن اللہ جسے چاہتا

ہے ہدایت دیتا ہے اور وہی ہدایت پانے والوں کو بہتر جانتا ہے۔“

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضِلِّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَ

لِيًّا مُرْشِدًا﴾ [الكهف: ۱۷]

”جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی راہنما دوست نہیں پائیں گے۔“

سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾

[البقرة: ۲۷۲]

”لوگوں کو ہدایت دینا آپ کے ذمے نہیں، لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“

البتہ یہ بتانا کہ صحیح راستہ کون سا ہے، نبی ﷺ کی بھی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ فرمان الہی ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ صِرَاطِ اللَّهِ

[الشورى: ۵۲، ۵۳]

”اور یقیناً آپ سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتے ہیں، اللہ کے راستے کی طرف۔“

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فطری ہدایت کافی نہیں، اگرچہ

انسان کو اس فطرت پر پیدا کیا گیا ہے کہ قبول حق کا مادہ موجود ہوتا ہے،

تاہم بالفعل اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے بغیر اس کا کوئی چارہ نہیں۔

کیونکہ تعلیم سے پہلے وہ محض بے خبر ہوتا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ

شَيْئًا﴾ [النحل: ۷۸]

”اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال

میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے لیے جو ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى﴾ [الضحیٰ: ۷] فرمایا ہے اس میں بھی اسی حقیقت کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے جس کتاب و حکمت کی ہم نے آپ کو تعلیم دی ہے اس کا آپ کو علم نہیں تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا﴾ [الشوریٰ: ۵۲]

”اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک روح (قرآن) کی وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنا دیا، ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں اس کے ذریعے سے ہدایت دیتے ہیں۔“

اگر ایک مومن شخص اللہ سے ہدایت مانگے تو اس کا کیا مطلب ہوگا؟ حالانکہ مومن تو ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔

اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ اس سے ہدایت پر استقامت مراد ہے، جیسے ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ میں ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر قائم رکھے، یہی نکتہ عقلمندوں کی اس دعا میں بھی ہے۔ ﴿رَبَّنَا لَا تَزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا﴾

[آل عمران: ۸]

”ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا۔“

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [النساء: ۸۳]

”اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو چند ایک کے سوا تم شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔“

ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہدایت دو قسم کی ہوتی ہے: ایک مجمل ہدایت ہے اور اس سے مراد اسلام و ایمان کی ہدایت

ہے۔ یہ ہدایت مومن کو حاصل ہوتی ہے۔

دوسری مفصل ہدایت ہے۔ اس سے مراد تفصیلات اجزائے ایمان و اسلام کی معرفت کی طرف راہنمائی کرنا ہے، نیز ان پر عمل پیرا ہونے کے لیے اس کی مدد کرنا مراد ہے۔ یہ ایسی چیز ہے کہ مومن دن رات اس کا حاجت مند ہوتا ہے، اور اسی لیے اللہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھیں:

﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾

”(اللہ!) ہمیں سیدھی راہ دکھا۔“

اور نبی ﷺ اپنی رات کی دعا میں یہ بھی کہتے تھے:

اهدنی لما اختلف فيه من الحق باذنك ،
انك تهدي من تشاء الى صراط مستقيم .

(صحیح مسلم: ۷۷۰)

”(اے اللہ!) جس حق میں اختلاف کیا گیا ہے اس میں اپنے حکم سے میری راہنمائی کر، یقیناً تُو جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔“

اسی لیے جب چھینک لینے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے یہدیکم اللہ (و یصلح بالکم) ”اللہ آپ کو ہدایت دے۔“ (اور آپ کے حالات درست کرے۔) نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اللہ سے استقامت و ہدایت کا سوال کریں۔ (صحیح مسلم: ۲۷۲۵)

آپ ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کو تعلیم دی کہ وہ وتر کی قنوت میں یہ پڑھیں:

اللهم اهدنی فیمن ھدیت

(ابوداؤد: ۱۴۲۵، ترمذی: ۴۶۴)

”اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں میں شامل کر لے جنہیں تو نے ہدایت سے نوازا ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ مومن بھی طلبِ ہدایت کا محتاج ہے۔ لہذا اسے اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال کرتے رہنا چاہیے۔

رزق صرف اللہ سے طلب کریں:

اللہ تعالیٰ ہی اپنی تمام مخلوقات کا روزی رساں ہے۔ مگر وہ اپنی

خلق و رزق اور موت و حیات کا مالک معبود حقیقی اللہ ہی ہے:
﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُعِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ شَرِكَاكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكَُ مِّنْ شَيْءٍ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝﴾ [الروم: ۴۰]

”اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر تمہیں موت دے گا اور زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو (ان کاموں) میں سے کچھ کر سکے۔ وہ اس سے پاک اور بلند ہے جسے یہ لوگ (اللہ کا) شریک بناتے ہیں۔“

﴿مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ يَأَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَانْتِ تَوْفَكُونَ ۝﴾ [فاطر: ۳۰۲]

”اللہ لوگوں کے لیے جو رحمت کھول دے تو کوئی بھی اسے بند کرنے والا نہیں، اور جسے وہ بند کر دے تو اس کے بعد کوئی بھی اسے بھیجنے (کھولنے) والا نہیں، اور وہی خوب غالب حکمت والا ہے۔ لوگو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟“

نبی ﷺ یہ دعا اکثر مانگتے تھے:

اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت . (صحیح مسلم: ۵۹۳)
”اللہ! جو تو دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے، اسے دینے والا کوئی نہیں۔“

لہذا اپنی تمام دنیوی اور اخروی ضروریات و حاجات میں اللہ تعالیٰ کے درپردہ ہی دستک دینی چاہیے۔

لباس عطا کرنے والا اللہ ہی ہے:

لباس انسانی ضرورت ہے جو اس کے جسم کو ڈھانپتا ہے اور زیب

حکمت و علم کے مطابق رزق عطا کرتا ہے۔ وہ بعض اوقات اپنے بندوں کے لیے رزق کی فراوانی نہیں کرتا کیونکہ دریں صورت وہ باغیانہ زندگی گزارنے لگ جاتے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ انہیں اس روش سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کے رزق میں کشادگی نہیں کرتا۔ ورنہ اس کے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَاشٍ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرُزُقِينَ ۝ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنْزِلُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝﴾ [الحجر: ۲۰، ۲۱]

”اور ہم نے تمہارے لیے زمین میں معاش کے اسباب بنا دیے اور ان کے لیے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو۔ اور ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہی ہیں اور ہم ہر چیز معلوم مقدار میں ہی اتارتے ہیں۔“

﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۝﴾ [الذاریات: ۲۲]
”اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔“

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾

[ہود: ۶]

”زمین پر جو بھی جاندار ہے اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔“
﴿مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝﴾

[الذاریات: ۵۷، ۵۸]

”میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ یقیناً اللہ ہی تو خوب رزق دینے والا ہے، بڑی قوت والا، نہایت طاقتور ہے۔“

﴿وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ﴾ [الأنعام: ۱۴]

”اور وہ کھلاتا ہے اور اسے نہیں کھلایا جاتا۔“

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا:

﴿وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۝﴾ [الشعراء: ۷۹]

”وہی (رب العالمین) مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔“

وزینت کا بھی باعث ہے۔

﴿يَبْنِيْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوَاتِكُمْ وَرِيْشًا وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰيَةِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ [الأعراف: ۲۶]

”بنی آدم! یقیناً ہم نے تم پر ایسا لباس نازل کیا ہے جو تمہارے ستر چھپاتا ہے اور زینت کا باعث ہے، اور پرہیزگاری کا لباس بہت بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔“

اس آیت میں لباس سے متعلق کئی ہدایات کا تذکرہ کیا گیا ہے:

۱: لباس کا مقصد جسم بالخصوص شرمگاہوں کو ڈھانپنا ہے، وہ لباس جو ستر پوشی نہ کرتا ہو وہ لباس کہلوانے کا حق دار نہیں، کیونکہ یہ صورت فتنے کا سبب ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے اگلی آیت میں فرمایا:

﴿يَبْنِيْ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَا اَخْرَجَ اٰبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوَاتِيْهِمَا﴾ [الأعراف: ۲۷]

”بنی آدم! کہیں شیطان تمہیں فتنے میں نہ ڈال دے، جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا یا تھا جب اس نے ان دونوں کا لباس اتروا یا تھا، تاکہ انہیں ان کی شرمگاہیں دکھا دے۔“

حدیث نبوی ہے:

”وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود نگنی ہوں گی، سیدھی راہ سے بہکنے والی اور دوسروں کو بہکانے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے، ایسی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی، بلکہ جنت کی خوشبو بھی انہیں نصیب نہیں ہوگی۔“ (صحیح مسلم: ۲۱۲۸)

۲: لباس کا دوسرا اضافی مقصد زیب و زینت بھی ہے۔ جیسا کہ لفظ ریشا سے ظاہر ہے۔

اس سے اللہ کی نعمت کا اظہار بھی ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ .

(ترمذی: ۲۸۱۹)

”یقیناً اللہ پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمت ظاہر ہو۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

ان اللہ جمیل یحب الجمال .

(صحیح مسلم: ۹۱)

”یقیناً اللہ خوب صورت ہے خوب صورتی کو پسند کرتا ہے۔“

۳: لباس کا مقصد محض ضرورت پوری کرنا ہے، لباس التقویٰ کو بہت بہتر قرار دیا گیا ہے، یعنی ایسا لباس جسے پہن کر انسان ایمان و تقویٰ اور نیک اعمال کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھے اور تکبر و اسراف کا مرتکب نہ ہو۔ ارشاد نبوی ہے:

لا یُنظر اللہ الی من جر ثوبہ خیلاء . (صحیح

بخاری: ۵۷۸۳، ۵۷۹۱، صحیح مسلم: ۴۳)

”اللہ اس شخص (مرد) کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا جس نے تکبر کے ساتھ اپنا کپڑا کھینچا۔“

ایک اور حدیث میں ہے:

کلوا واشربوا والبسوا وتصدقوا فی غیر

اسراف ولا مخیلة . (صحیح بخاری: ۵۷۸۳)

”کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو جس میں فضول خرچی اور تکبر نہ ہو۔“

۴: لباس کو اللہ کی نشانیوں میں سے قرار دینا اس کی اہمیت و فضیلت کو اجاگر کرتا ہے۔ نشانات الہیہ کو مٹانے والے اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں۔

حدیث زیر بحث من کسوتہ فاستکسونی اکسکم اور دیگر احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ لباس پہنانے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ نبی ﷺ جب نیا کپڑا پہنتے تو یہ دعا کرتے:

”اور وہ لوگ جب کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنے آپ پر ظلم کر گزرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ اور وہ اپنے کیے پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔ وہی لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت اور جنت ہے.....“

اخلاص نیت سے استغفار کرنے والے کی اللہ تعالیٰ مغفرت کر دیتے ہیں اور اس کے لیے انعامات کا اعلان کیا جاتا ہے۔ سید الاستغفار کے بارے میں نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص اسے صبح کے وقت صدق دل سے پڑھے اگر وہ شام سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ جنتی ہے۔ اسی طرح جو شخص اسے رات کو پڑھے اور صبح سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ جنتی ہے۔ (سید الاستغفار یہ ہے):

اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك، وانا على عهدك ووعدك ما استطعت، اعوذ بك من شر ما صنعت، ابوء لك بنعمتك على، وابوء بذنبي فاغفر لي انه لا يغفر الذنوب الا انت .

(صحیح بخاری: ۶۳۰۶)

”اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا ہے میں تیرا بندہ ہوں۔ میں جس قدر طاقت رکھتا ہوں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں، میں نے جو کچھ کیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری ان نعمتوں کا تجھ سے اقرار کرتا ہوں جو تو نے مجھ پر کی ہیں۔ اور میں اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں تو مجھے معاف کر دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔“

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

والله انی لاستغفر الله واتوب اليه فى اليوم اكثر من سبعين مرة . (صحیح بخاری: ۶۳۰۷)

”اللہ کی قسم! میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے

اللهم لك الحمد انت كسوتني، اسئلك خيره وخير ما صنع له، واعوذ بك من شره وشر ما صنع له . (ترمذی: ۱۷۶۷، ابوداؤد: ۴۰۲۰)

”اللہ! تیرے ہی لیے تمام تعریفیں ہیں، تو نے ہی مجھے یہ لباس پہنایا ہے۔ میں تجھ سے اس لباس اور جس مقصد کے لیے وہ بنایا گیا ہے اس کی خیر کا طلب گار ہوں۔ اور اس کے شر اور جس مقصد کے لیے وہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“

حدیث نبوی ﷺ ہے کہ جو شخص کوئی کپڑا پہن کر درج ذیل دعا مانگے اس کے اگلے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں:

الحمد لله الذى كسانى هذا الثوب ورزقنيه من غير حول منى ولا قوة . (ابوداؤد: ۴۰۲۳)

”سب حمد اس اللہ کی ہے جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور بغیر میری کسی کوشش اور قوت کے مجھے یہ (لباس) عنایت کیا۔“

ان احادیث میں کسوتنیہ، کسانى اور رزقنيه سے معلوم ہوا لباس اللہ کی عطا ہے، اسی سے اس کا سوال کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف کرنے والا:

اللہ کے بندوں سے غلطیوں کا صدور ہوتا ہے مگر جب وہ استغفار کرتے ہیں تو اللہ رحیم و کریم ان کی غلطیوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف کر دیتا ہے۔ حقیقی اور مخلص مومنوں سے اگر غلطی ہو جائے تو اس پر ڈلے نہیں رہتے اور نہ اسے اپنی عادت بناتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ مغفرت کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ٥ أُولَٰئِكَ جَزَاءُ وَّهُمْ مَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّتٌ ۖ﴾

[آل عمران: ۱۳۵، ۱۳۶]

استغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔“

آپ ﷺ لوگوں کو بھی یہی حکم فرماتے:

یا ایہا الناس! توبوا الی اللہ واستغفروہ فانی اتوب فی الیوم الیہ مائۃ مرۃ۔

(صحیح مسلم: ۲۷۰۲)

”لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو۔ میں اللہ کی بارگاہ میں روزانہ سو

مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔“

اللہ کے رسول ﷺ ایک مجلس میں یہ دعا سو بار پڑھتے:

رب اغفر لی وتب علی انک انت التواب

الرحیم۔ (ابوداؤد: ۱۵۱۶، ترمذی: ۳۴۳۴)

”میرے رب! مجھے معاف کر دے اور میری توبہ قبول کر لے،

یقیناً تو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

بعض احادیث میں التواب الرحیم کی بجائے التواب الغفور کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ (ترمذی، ایضاً)

زیر بحث حدیث قدسی کے علاوہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ استغفار کا حکم دیتے ہیں اور اس کے فوائد بھی بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُغْفِرْ لَهُمْ ذُنُوبَهُمْ وَيُمَتِّعْهُمْ فِي مَتَاعِهِمْ حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ﴾ [ہود: ۳]

”اور یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو، پھر تم اسی کی طرف

توبہ کرو، وہ تمہیں ایک مقرر وقت تک بہت اچھا فائدہ دے

گا، اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل بخشے گا۔“

اللہ کے بندے حکم ربانی فاستغفرونی پر جو عمل کرتے ہیں اس کی ایک بھلک درج ذیل آیات سے بھی کی جاسکتی ہے:

۱۔ ﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا

وَاعْفُ عَنَّا وَارْحَمْنَا إِنَّتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

الْكُفْرِينَ﴾ [البقرة: ۲۸۶]

”ہمارے رب جس بوجھ کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں وہ

ہم سے نہ اٹھوا، اور ہم سے درگزر کر، اور ہماری مغفرت

کر دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا کارساز ہے، پس تو

کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔“

۲۔ ﴿رَبَّنَا إِنَّنَا أَمْنَا فَأَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَنَا عَذَابَ

النَّارِ ۝ الصَّابِرِينَ وَ الصَّادِقِينَ وَ الْقَنِينَ وَ الْمُنْفِقِينَ

وَ الْمُسْتَغْفِرِينَ بِأَلْسِنِهِ ۝﴾ [آل عمران: ۱۶، ۱۷]

”ہمارے رب! یقیناً ہم ایمان لے آئے ہیں، پس تو

ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے

بچا۔ (یہ لوگ) صبر کرنے والے، سچ بولنے والے، حکم بجا

لانے والے، خرچ کرنے والے اور سحری کے اوقات میں

بخشش طلب کرنے والے ہیں۔“

۳۔ ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَ اسْرَأْنَا فِي أَمْرِنَا وَ

ثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَ انصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝﴾

[آل عمران: ۱۷]

”ہمارے رب! ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہمارے کاموں

میں جو ہم سے زیادتیاں ہوئی وہ معاف کر دے۔ اور ہمیں ثابت

قدم رکھ اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔“

۴۔ ﴿رَبَّنَا فَأَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَ

تَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝﴾ [آل عمران: ۱۹۳]

”ہمارے رب! تو ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہماری

برائیاں ہم سے دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ

فوت کرنا۔“

۵۔ ﴿رَبَّنَا اتِّمِّمْ لَنَا نُورَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ

شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝﴾ [التحریم: ۸]

”ہمارے رب! ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں معاف

کر دے۔ یقیناً تو ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

(جاری ہے)

معراج النبی ﷺ

يعقوب محمود

۲۱

معراج قرآن مجید کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے معراج کا واقعہ قرآن مجید میں دو جگہوں پر بیان فرمایا ہے: (۱) سورہ بنی اسرائیل۔ (۲) سورہ نجم۔

ہم سورہ بنی اسرائیل کی آیت سے واقعہ معراج کو بیان کرتے ہیں:

﴿سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [بنی اسرائیل: ۱]

”پاک ہے وہ ذات جس نے ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے ماحول کو ہم نے برکت دے رکھی ہے۔ تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں بلاشبہ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“

سبحان الذی:

پاک ہے وہ ذات، سبحان اللہ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عجز و کمزوری اور عیب سے پاک ہے، یعنی سبحان کے لفظ کو لا کر یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کوئی کمزور اور عاجز نہیں ہے کہ اپنے بندے کو راتوں رات مسجد اقصیٰ اور آسمانوں کی سیر نہ کروا سکے جو اللہ تعالیٰ کو سبحان کہتا ہے وہ معراج کے واقعہ کو تعجب کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔

نکتہ:

”سبحان اللہ“ پر غور و فکر کرنے سے جھگڑے اور لڑائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ تفصیل یوں ہے کہ ہر انسان خطا کار اور اپنے اندر عیب کو لیے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام صاحب غلطی کریں تو پیچھے مقتدی کو سبحان اللہ کہنے کا حکم ہے، یعنی امام ہو کر بھی نسیان اور غلطی کے عیب سے پاک نہیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ جس کو دوست بناؤ اُس کے

عیب قبرستان میں دفن کر کے آؤ۔ غرض کہ عیب سمیت کسی کو قبول کرنے سے اختلافات ختم ہو جاتے ہیں اور رشتہ داریاں پختہ ہو جاتی ہیں۔ بہر حال سبحان الذی کہہ کر یہ بتلایا کہ جانے والے کو نہ دیکھو کہ بلکہ تم لے جانے والے کو دیکھو لے جانے والا ہر چیز پر قادر ہے۔

اسری:

اسراء سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی رات کو لے جانا ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

فاسر باهلك اے لوط! اپنے گھر والوں کو رات لے چلو۔ معراج ظاہرِ اسفرتھا اور حقیقت میں سیر تھی۔ اسرا کا ترجمہ سیر سے کرنا زیادہ مناسب ہے:

۱: سفر میں مشقت ہوتی ہے یہاں تک کہ آپ نے سفر کو عذاب کا ٹکڑا کہا ہے کیونکہ سفر انسان کو کھانے پینے سے روک دیتا ہے جب کہ سیر میں مشقت نہیں ہوتی ہے۔

۲: سفر مجبوریوں کی وجہ سے ہوتا ہے جب کہ سیر راحت اور دل کی خوشی کے لیے ہوتی ہے۔

بعیدہ:

اس میں مندرجہ ذیل مسائل ہیں:

۱: یہاں پر رسول کہنے کی بجائے عبد کہا، کیونکہ رسول اُسے کہتے ہیں جو اللہ کا پیغام لے کر لوگوں تک آئے بمعنی قاصد لیکن اب آپ لوگوں کی طرف جانے کی بجائے خالق حقیقی کی طرف جا رہے تھے اس لیے عبد کا لفظ زیادہ مناسب تھا۔

۲: دوسری بات یہ ہے کہ کمال یہ نہیں کہ ہم اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہیں بلکہ کمال اور شان یہ ہے کہ اللہ خود کسی کو اپنا بندہ کہے چنانچہ

فرمایا: عبده .

۳: عبد کہنے میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو جتنی زیادہ عجز و انکساری کرنے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُس کو اتنا ہی بلند کر دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے سب سے زیادہ عجز و انکساری پیش کی اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا ہی بلند کر دیا۔

۴: اس لفظ سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی مقصود ہے کہ معراج سے کسی کو خدائی وہم نہ پڑے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے ہی سے عیسائیوں کو دھوکا لگا اور انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا ڈالا۔ اس لیے بتلایا کہ معراج کے تمام کمالات کے باوجود آپ اللہ تعالیٰ کے بندے ہی ہیں۔

۵: عبد کہنے سے یہ بھی پتا چلا کہ معراج آپ کو جسمانی ہوا تھا۔ فقط روحانی نہیں۔ آپ ﷺ جسم کے ساتھ معراج پر گئے تھے نہ کہ صرف روحانی جیسا کہ بعض لوگوں کو دھوکا لگا ہے۔ کیونکہ عبد کہتے ہیں جسم بمع روح کے۔ اکیلی روح عبد نہیں ہوتی اور جسم بغیر روح کے عبد نہیں ہوتا۔ ویسے بھی اگر معراج روحانی ہوتا تو کفار کو اتنا شور مچانے کی ضرورت نہیں تھی اور نہ انکار کی وجہ کیونکہ انسان خواب میں کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔

لیلا:

کہنے سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

۱: اسری کا معنی بھی رات کو لے جانا ہے اور آگے لیلا نے آکر مزید وضاحت کر دی کہ معراج رات کو ہوئی تھی دن کو نہیں۔

۲: لیلا پر توین ہے جس کی وجہ سے ترجمہ بنتا ہے کہ کچھ رات، یعنی ساتوں آسمانوں پر گئے، جنت دیکھی، جہنم دیکھی، بیت المقدس گئے مگر اس میں بھی ساری رات نہیں لگی بلکہ رات کا کچھ حصہ لگا۔

۳: اس لیلا سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ وقت قہم گیا تھا، جہاں ساکن ہو گیا تھا، یہ غلط ہے۔ کمال یہ ہے کہ وقت چلتا رہا اور آپ رات کے کچھ حصہ میں یہ سیر کر کے

واپس آجائیں۔

۴: رات کا انتخاب: اسلام میں فجر کی نماز رات کو رکھی گئی تو معلوم ہوا کہ دن کے نفل سے رات کے نفل افضل ہیں۔ اور لیلة القدر بھی رات کو رکھی گئی۔ قرآن مجید کا نزول بھی رات، یعنی لیلة القدر میں ہوا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذْ وَعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً﴾ [البقرة: ۵۱]

”جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ لیا (کوہ طور آنے کا) چالیس راتوں کا۔“

غور کا مقام یہ ہے کہ رات کے الفاظ بولے گئے۔ حالانکہ چالیس دن بھی کہا جاسکتا تھا۔ تو محبت اور محبوب رات کو ہی ملتے ہیں۔ اور عبادات رات ہی کی افضل ہیں۔ اس لیے رات کا انتخاب کیا گیا۔ معراج بھی رات کو ہوا۔

نکتہ:

رات کی عبادت افضل ہونے کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان پر دو حقوق فرض ہیں: (۱) حقوق اللہ۔ (۲) حقوق العباد۔ تو رات کو تقریباً حقوق العباد سے انسان فارغ ہوتا ہے اور کامل یکسوئی ہوتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کامل یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ﴾ [الانشراح: ۷]

من المسجد الحرام الى المسجد الأقصى:

ہم نے سیر کروائی راتوں رات مسجد الحرام (بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ تک۔ اس میں مندرجہ ذیل نکات پیش خدمت ہیں:

۱: معراج ہوئی مسجد سے مسجد تک تو معلوم ہوا کہ اگر ہم آج اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا چاہتے ہیں تو اُس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ مساجد سے وابستہ ہو جائیے روحانی معراج حاصل ہو جائے گا، مسجد سے تعلق توڑ کر کبھی بھی ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔

۲: ایک غلط محاورہ کہ ملا کی دوڑ مسجد تک (معاذ اللہ) غلط ہے کہ مومن

اسی طرح مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک کی اللہ تعالیٰ نے بات کی تاکہ اگر یہ بات سمجھ میں آجائے کہ جو اللہ نبی کریم ﷺ کو راتوں رات بیت اللہ سے مسجد اقصیٰ تک لے جاسکتا ہے وہ آسمانوں پر بھی لے کر جاسکتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ مشرکین مکہ نے بیت المقدس کو دیکھ رکھا تھا اور انھیں علم تھا کہ نبی کریم ﷺ کبھی بھی بیت المقدس نہیں گئے۔ تو جب مشرکین مکہ نے بیت المقدس کے دروازوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے پردے ہٹا دیے وہ پوچھتے گئے آپ جواب دیتے چلے گئے۔ چونکہ وہ مسجد اقصیٰ تک ہی سوال کر سکتے تھے اور ان کے لیے جب یہ ثابت ہو گیا تو آگے آسمان پر جانا بھی ثابت ہو جائے گا۔ اور آسمانوں پر جانا سورہ نجم سے ثابت ہے۔

لنریہ من ایتنا:

اس فقرے سے تین مسائل ثابت ہوتے ہیں:

۱: پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی بعض نشانیاں دکھلائیں جیسا کہ لفظ من سے ظاہر ہے نہ کہ ہر ہر نشانی دکھلائی۔ اور سورہ نجم میں ان نشانیوں کے لیے فرمایا:

﴿لقد رای من ایت ربہ الکبریٰ﴾

”بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔“

الکبریٰ سے معلوم ہوا کہ وہ کوئی عام نشانیاں نہیں بلکہ خاص نشانیاں تھیں۔ جیسے کہ حضرت جبرائیل، جنت، دوزخ، سدرۃ المنتہی، اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف اور بھی کئی نشانیاں دیکھیں۔

۲: دوسرا مسئلہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس فقرے نے معراج کی حکمت اور فلسفہ کو بیان کیا ہے کہ معراج کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نشانیاں دکھلائیں۔ اے نبی ﷺ جس جنت کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں اور جس جہنم سے ڈرا رہے ہیں وہ آپ خود آ کر دیکھ لیں تاکہ ایمان مزید بڑھے اور اطمینان قلبی نصیب ہو۔ دیکھنے سے ایمان سننے کی بہ نسبت زیادہ بڑھتا ہے اس کے مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

کو جو بھی ملتا ہے مساجد ہی سے ملتا ہے۔ نہ خانقاہوں سے، نہ غاروں اور پہاڑوں سے، صرف ملتا ہے تو مسجدوں سے ملتا ہے۔

اعتراض:

آپ کہتے ہیں کہ معراج میں آپ آسمانوں میں گئے جنت دیکھی، جہنم دیکھی یہاں پر تو فرمایا الی المسجد الاقصیٰ۔ الی انتہاء مسافت کے لیے آتا ہے تو گویا کہ آپ راتوں رات مسجد اقصیٰ تک گئے نہ کہ آسمانوں میں۔

جواب:

اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ ہے کہ ہر کام درجہ بہ درجہ ہوتا ہے۔ کوئی کام فوراً نہیں کرتے بلکہ پہلے ابتدائی کام کرتے ہیں پھر اسے اصل چیز کی طرف لے کر آتے ہیں۔ اب دیکھیے:

۱: جب رات آتی ہوتی ہے تو فوراً نہیں آتی بلکہ تمہیدی طور پر اللہ تعالیٰ نے پہلے شام کو رکھا۔ شام کی تمہید سے رات کی طرف لے کر جاتے ہیں۔

۲: جب صبح ہوتی ہے تو پہلے فجر اور صبح بغیر دھوپ کے رکھی۔ پھر اصل صبح کی طرف لے کر آتے ہیں۔

۳: جب اللہ تعالیٰ نے بارش کو نازل کرنا ہوتا ہے تو پہلے موسم کو بدلتے ہیں پھر بارش لاتے ہیں۔

۴: جب اللہ تعالیٰ عالم ارواح سے انسان کو دنیا میں بھیجتے ہیں تو پہلے ماں کے پیٹ میں بھیجتے ہیں پھر دنیا میں بھیجتے ہیں۔

۵: جب انسان نے اس عالم دنیا سے جنت اور دوزخ کی طرف جانا ہوتا ہے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات انسان کو قبر میں بھیجتے ہیں۔ قبر کی تمہید کے بعد آخرت میں بھیجتے ہیں۔

۶: حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ بیان کر کے کہ ”اللہ تعالیٰ بانجھ پن میں اور بڑھاپے میں اولاد دے سکتا ہے۔“ عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے کی طرف لے کر آئے ہیں۔

۷: نبی کائنات کو وحی کی تمہید خوابوں سے باندھی پھر نبوت پر لا کھڑا کیا۔

۱: حضرت زکریا علیہ السلام بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ سے بیٹے کی دعا مانگا کرتے تھے اور مسلسل مانگ رہے تھے۔ ایک مرتبہ جب حضرت زکریا علیہ السلام مریم صدیقہ علیہا السلام کے پاس آئے تو اُن کے پاس بے موسمی پھل دیکھے۔ پوچھا: اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آئے؟ مریم علیہا السلام فرمانے لگیں: اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں جوش پیدا ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ مریم صدیقہ کو بغیر موسم کے پھل دے سکتا ہے وہ مجھے بغیر موسم یعنی بڑھاپے میں اولاد کیوں نہیں دے سکتا۔ اس لیے قرآن نے کہا:

﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا﴾ [آل عمران: ۳۸]

اُسی جگہ پر زکریا نے دعا کی اور دعا قبول ہو گئی۔ اور یہ جوش اللہ کی قدرت دیکھنے سے پیدا ہوا۔

۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام جو کہ اللہ کے خلیل بھی ہیں۔ عرض کیا کہ اے میرے رب! مجھے دکھا دے تو کیسے مردوں کو زندہ کرے گا۔ فرمایا کہ کیا ایمان نہیں! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: ایمان ہے مگر اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرندے لو انھیں اپنے ساتھ بلاؤ، پھر اُن کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو، پھر انھیں بلاؤ وہ تیرے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے۔

نکتہ:

پرندے اُڑا کرتے ہیں اور دوڑتے بھی ہیں۔ لیکن یہاں پر اُڑنے کی بجائے دوڑنے کے الفاظ کو اس لیے لے کر آئے تاکہ بھرپور مشاہدہ ہو۔ اُڑنے میں مشاہدہ کم ہے اور دوڑنے میں مشاہدہ زیادہ ہے۔ بہر حال اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔

۳: حضرت عزیر علیہ السلام بستی میں گزر رہے تھے۔ فرمایا کہ اے اللہ یہ بستی مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو سو سال کے لیے موت دے دی اور پھر زندہ کیا اور پوچھا کہ تم کتنا عرصہ یہاں پر رہے ہو۔ تو انھوں نے عرض کیا کہ دن یا اُس کا کچھ حصہ۔ فرمایا: نہیں بلکہ تم ادھر سو سال تک رہے ہو۔ اب اپنے

کھانے اور پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو کہ وہ سڑے نہیں اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو ہم تجھ کو لوگوں کے لیے نشان بنائیں گے۔ اور دیکھو کہ ہم ان ہڈیوں کو کس طرح اٹھاتے اور گوشت کا لباس پہناتے ہیں۔ تو جب مشاہدہ کر لیا تو فرمایا کہ میں جان گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس واقعہ میں کئی اسباق میں سے ایک سبق یہ بھی موجود ہے کہ دیکھنے سے ایمان بڑھ جاتا ہے اور اطمینان قلبی نصیب ہوتا ہے۔

۴: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ طور پر تشریف لے گئے پیچھے قوم کو سامری نے گمراہ کر دیا اور پچھڑے کی پوجا کروائی۔ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر ہی موسیٰ علیہ السلام کو بٹلا دیا تھا کہ آپ کی قوم کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔ مگر اتنا غصہ نہیں آیا جب آ کر خود مشاہدہ کیا تو اتنا غصہ آیا کہ ہاتھ سے تورات کی تختیوں کو پھینک دیا اسی بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ لیس الخبر كاللعائنہ۔ خبر دیکھنے کی طرح نہیں ہے، یعنی دیکھنا اور ہے اور سننا کچھ اور ہے۔

ان دلائل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دیکھنے سے ایمان ترقی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جب کہ مخالفت عروج پر تھی ہر طرف سے سختیاں تھیں، روحانی جسمانی طور پر تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو معراج کروائی کہ اے نبی ﷺ جن چیزوں کی طرف آپ بلا رہے اور کفار انکار کر رہے ہیں۔ اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھئے تاکہ آپ کو اطمینان قلبی نصیب ہو۔

تیسرا فائدہ:

اس فقرے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ درحقیقت آپ نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھا نہ کہ بہ ذاتِ خود اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کو دیکھا ہوتا تو یوں نہ فرمایا جاتا تاکہ ہم دکھلائیں آپ کو اپنی بعض نشانیاں۔ سورہ نجم میں جو آ رہا ہے تو اس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ مسروق رضی اللہ عنہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انھوں نے

کہا: سبحان اللہ۔ میرے روئیں کھڑے ہو گئے (اس بات کے سننے سے)۔ (صحیح مسلم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو کوئی یہ سمجھے کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے۔ (صحیح مسلم)

خیال رہے کہ اس دنیا کی آنکھ سے ہم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر اصرار کیا تو فرمایا کہ اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو آپ مجھے دیکھ سکتے ہیں ورنہ نہیں اور پہاڑ اپنی جگہ پر برقرار نہ رہا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

دو وجوہات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں نہیں دیکھا جاسکتا:

۱: اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو دکھلائیں تو کافر بھی ایمان لے آئے گا اور ایمان بالغیب نہ رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں کہ اُس کو بغیر دیکھے مانا جائے۔

۲: اللہ تعالیٰ اتنے خوب صورت ہیں:

ان الله جميل يحب الجمال .

کے تحت اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر دنیا کا کوئی آدمی کام نہیں کر سکتا۔

غور کیجیے کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے والیوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تو یوسف کے خالق کتنے خوب صورت اور حسین ہوں گے بلکہ جب جنتیوں کو اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کروائیں گے تو جنتی دیدار سے جنت کو بھی بھول جائیں گے۔ سبحان اللہ

تو بہر حال اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھنا اور چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنا دوسری بات ہے۔

معراج کے بارے میں چند باتیں:

۱: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ معراج ۲۷ رجب کو ہوئی۔ یاد رہے اس کے بارے میں یہ کوئی حتمی اور یقینی رائے نہیں ہے کہ اسی رات کو ہوئی۔ ممکن ہے کہ مہینہ اور رات کوئی اور ہو۔

۲: بعض لوگ معراج کے واقعہ میں بہت جھوٹ گھڑتے ہیں، مثلاً: نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ عرش پر جگہ دی۔

۳: بعض لوگ خطیبانہ انداز اختیار کر کے کہتے ہیں کہ ہر نبی کو معراج ہوئی اور بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں معراج ہوئی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چھری کے نیچے معراج ہوئی۔ حالانکہ یہ بات ہی غلط ہے۔ معراج کا معنی سیڑھی، یعنی بلندی۔ کنوئیں میں تو حضرت یوسف علیہ السلام نیچے گئے تھے نہ کہ اوپر۔ بہر حال یہ بات درست نہیں ہے کہ ہر نبی کو معراج ہوئی۔

۴: ۲۷ رجب کی رات کو روزہ رکھنا اور معراج منانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں۔ خیال رہے کہ بیان کرنا اور چیز ہے اور معراج منانا دوسری چیز ہے۔

معراج کے تین تحفے:

۱: پہلا تحفہ: پانچ نمازوں کا تحفہ ملا۔ خیال رہے کہ ہر عبادت کا حکم زمین پر نازل ہوا مگر نماز ایک ایسی فضیلت والی عبادت ہے کہ اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے عرش پر دیا۔ اس لیے معراج منانی ہے تو نمازوں کی پابندی کریں۔

۲: دوسرا تحفہ: سورۃ البقرہ کا آخری رکوع اس کی فضیلت میں حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو سورۃ البقرہ کا آخری رکوع پڑھ کر سوائے تمام رات کے لیے کفایت کر جائے گا، یعنی ساری رات عبادت کا ثواب پائے گا۔

۳: تیسرا تحفہ: جو نہایت اہم اور زبردست ہے کہ میری اُمت میں سے جو شرک نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو بخش دیں گے۔ یہ خوشخبری ہمارے جیسے گناہگاروں کے لیے دل کی تسکین کا باعث ہے۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ

سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا﴾ [النساء: ۳۱]

”اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تمہیں منع

کیا جاتا ہے تو ہم تم سے تمہاری چھوٹی برائیاں دور کر دیں

گے اور تمہیں باعزت داخل کی جگہ میں داخل کریں گے۔“

شیخ صالح الحَصِین رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ

صہیب حسن (لندن)

باریابی حاصل رہا۔ یہاں بھی سادگی کا دور دورہ تھا، بڑی محبت سے پیش آئے۔

اور پھر جب برادرِ قاری عبید اللہ امام مسجد توحید لندن نے ان کی وفات کی خبر دی تو اُن کا مسکراتا چہرہ نظروں کے سامنے آ گیا، قاری صاحب عمرہ کر کے لوٹے تھے، بتایا کہ وہ ان کی عیادت کے لیے گئے تھے۔ مسجد توحید کے حوالہ سے ان کی زبان پر میرا بھی تذکرہ آیا اور یہی بات مجھے شاد کر گئی۔

ان کی زندگی کے بہت سے گوشے اُن کی وفات کے بعد اُن کے مداحین اور قدر دانوں کے رشحاتِ قلم سے اوراق کی زینت بن رہے ہیں جنہیں اس احساس کے ساتھ سپردِ قلم کر رہا ہوں کہ شاید اُن کے صفائے قلب اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ تذکرہ ہماری زندگیوں میں بھی ہلکا سا ارتعاش پیدا کر سکے۔

شیخ صالح الحَصِین کا تعلق قبیلہ بنی تمیم کی شاخ ”النواصر“ سے تھا۔ ۱۳۵۱ھ (بمطابق ۱۹۳۲ء) میں شقراء میں ولادت ہوئی۔

ابتدائی تعلیم جس معبد سے حاصل کی اُس کے مدیر شیخ عبد المجید الجبرتی تھے جو بعد میں حرم نبوی کی امامت پر فائز ہوئے۔ دارالتوحید (طائف) اور کلیہ شریعہ (مکہ مکرمہ) میں تعلیم حاصل کی جہاں سے انیس سال کی عمر میں فراغت حاصل کی۔

قاہرہ یونیورسٹی میں چار سال قیام کیا جہاں سے قانون میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹریٹ کے ارادہ سے کچھ عرصہ فرانس میں بھی قیام کیا لیکن بعض مجبوریوں کی بنا پر مکمل کیے بغیر ریاض واپس چلے آئے، جہاں وزارت امور مالیہ میں قانونی مشیر کی حیثیت سے تقرری ہوئی۔ گیارہ سال اسی عہدے پر کام کرنے کے بعد ۱۳۹۱ھ

زندگی میں بہت سے متواضع لوگ دیکھے ہیں لیکن جس ہستی کا میں آج تذکرہ کرنے چلا ہوں، اُن کی شان ہی نرالی ہے۔

خانوادہ الحَصِین کے جس فرد کو سب سے پہلے دیکھا وہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے خاص الخاص سیکرٹری (کاتب) ابراہیم الحَصِین تھے جن سے ایام جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں شناسائی رہی، پھر نوجوان سعد الحَصِین سے جو اردن کے مکتب دعوت کے سربراہ تھے، تبلیغی جماعت کے ساتھ وصل و فصل کے تعلق سے جانے پہچانے جاتے تھے، ان دونوں بھائیوں کے مابین شیخ صالح الحَصِین کے بارے میں اتنا معلوم تھا کہ وہ شاہ فیصل رحمہ اللہ کے دور میں وزارت کے عہدے پر فائز رہے ہیں۔

یہ کوئی پندرہ برس پہلے کی بات ہوگی کہ اُن سے مسجد نبوی میں ملاقات ہوئی اور انھوں نے اپنی رہائش گاہ پر آنے کی دعوت دی، پتا بقیع کے مقابل عمارۃ اوقاف کا تھا۔ وقت مقررہ پر عمارت اوقاف کی پہلی یا دوسری منزل کی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اُن کی جائے رہائش تک پہنچا۔ ذہن میں یہ بات کلبل رہی تھی کہ ایک سابق وزیر سے ملاقات مقصود ہے تو کم از کم ایک بڑے پھانک والی کسی کوٹھی میں قیام ہوگا۔ کسی دربان سے سامنا ہوگا لیکن نہ کوٹھی نہ دربان، دو تین کمرے کا ایک مختصر سافلیٹ، شیخ نے خود دروازہ کھولا، بیٹھک عربی روایات کے مطابق فرشی نشست پر مشتمل تھی، یعنی دیواروں کے ساتھ ساتھ چند گدے اور ٹیک لگانے کے لیے چند تکیے، شیخ چائے کی ٹرے چند لوازمات کے ساتھ خود لے کر آئے، خود کیتلی سے چائے کو پیالیوں میں انڈیلا، نہ وہاں کوئی خادم تھا اور نہ ہی کوئی قہوہ جی، یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ عرصہ دراز کے بعد جب انھیں حرمین کی ذمہ داریاں سونپی گئیں تو ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں اُن کے دفتر میں بھی شرف

ہوئیں، اللہ اس حکومت کی خبر گیری کرے، میرا یہ بیٹا تو اس بات کا اہل تھا کہ مسجد کا امام بننا اور سعد (چھوٹا بیٹا) مؤذن۔ خود شیخ صالح اُس دن اپنے گھر سے چھپتے پھرے کہ مبارک باد دینے والوں کے ہجوم سے بچے رہیں۔

قاہرہ میں قانون کے مشہور استاد عبدالرزاق السنہواری کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ کہتے ہیں کہ میں ان کے حلقہ درس میں سر جھکائے ان کا لیکچر سنتا۔ ایک دن انھوں نے طلبہ کو کچھ سوالات لکھوائے اور اگلے دن جوابات لکھ کر لانے کو کہا۔ میں نے بھی اپنا جواب پیش کر دیا۔ اگلے دن استاد نے پوچھا کہ یہ ذہین و فطین کون سا طالب علم ہے جس کے جوابات اُسے سب پر فائق کر رہے ہیں، اور یوں شیخ صالح کے جو ہر کھل کر سب کے سامنے آ گئے۔ شیخ نے انگریزی زبان پر بھی عبور حاصل کیا اور پیرس کے قیام کے دوران فرانسیسی زبان میں بھی شد بد حاصل کی۔ نجدی علماء میں دو غیر ملکی زبانوں کا عالم ہونا ایک انتہائی ندرت کی بات تھی۔ شیخ نے اپنی قانون دانی کو سعودی عرب کے الصندق العقاری (جائداد فنڈ) کا نظام وضع کرنے میں خوب خوب استعمال کیا۔

ایک مضمون نگار کے مطابق مالیاتی امور میں وہ عالم اسلام کی تیسری بڑی شخصیت تھے، باقی دو حضرات اُن کے استاد عبدالرزق السنہواری اور بنگلہ دیش کے محمد یونس ہیں۔ اسلامک بینکنگ کے معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کئی بینکوں کی شرعی کمیٹیوں کے ممبر بھی رہے لیکن پھر دونوں اداروں کی سود نواز پالیسیوں کو دیکھ کر ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ دونوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اس بات کا اظہار انھوں نے اپنی کتاب ”خاطرات فی المصرفیۃ الاسلامیہ“ میں کیا ہے۔

اسلامی بینکنگ کے بارے میں کہتے ہیں:

”مملکت میں اسلامی بینکنگ آہستہ آہستہ سودی بینکنگ کے قریب ہوتی گئی یہاں تک کہ سودی بینک، اسلامی بینکوں کے ساتھ اس حال میں ہم آہنگ ہوتے گئے کہ سود کا بال

میں شاہ فیصل نے وزیر کے عہدے سے نوازا۔ شروع دن سے اس منصب کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ دوستوں سے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا، کم از کم چھ ماہ تو گزار لو پھر استعفیٰ کی بات کر لینا۔ چنانچہ چھ ماہ بعد شاہ فیصل کو اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ انھوں نے اُسے اپنی میز کی دراز میں رکھ لیا اور کہا کہ ابھی کچھ اور انتظار کر لو۔ تین سال بعد شاہ نے بلا کر پوچھا کہ آیا اب بھی اپنے ارادے پر قائم ہوا تو کہا کہ جانے ہی میں عافیت سمجھتا ہوں۔ یوں تینتالیس سال کی عمر میں ریٹائرمنٹ لے لی اور مدینہ منورہ چلے آئے اور اپنے آپ کو دعوتی اور فلاح عامہ کے کاموں کے لیے وقف کر دیا۔

وزیر کی حیثیت سے جب پہلی تنخواہ ملی تو تیرہ ہزار ریال انھیں تھا دیے گئے۔ شیخ نے اس میں سے صرف تین ہزار رکھ لیے اور باقی یہ کہہ کر واپس کر دیے کہ مجھے اپنی گزاران کے لیے اتنے ہی کافی ہیں۔ اتنی جلد ریٹائرمنٹ لینے کے بارے میں کسی نے سوال کیا تو کہا: میں نے سوچا کہ اگر میں ابھی سے ریٹائرمنٹ لے لوں تو مجھے آدھی تنخواہ (تقریباً پانچ ہزار ریال) بطور پنشن ملتے رہیں گے اور وہ میرے اخراجات کے لیے کافی ہوں گے، اور یوں انھوں نے اگلے اٹھائیس سال دعوتی سرگرمیوں میں گزار دیے۔

۱۴۲۲ھ (بہ عمر ۷۱ سال) ریاست شون حرین کی ذمہ داری سونپی گئی جس کا رتبہ وزیر کے برابر شمار ہوتا ہے، دو سال بعد شاہ عبداللہ نے، جو اس وقت ولی عہد تھے، انھیں مرکز الملک عبدالعزیز للحوار الوطنی (مرکز شاہ عبدالعزیز برائے نیشنل ڈائلاگ) کا سربراہ بنا دیا، انھیں شاہ فیصل ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔

اُن کی خواہش تھی کہ حرین ہی میں وہ اللہ کے حضور حاضر ہوں لیکن بہ وقت اجل بیماری کی بنا پر ریاض میں تھے جہاں بروز ہفتہ ۲۴ جمادی الآخرہ ۱۴۳۳ھ (۴ مئی ۲۰۱۳ء) کو بہ عمر ۸۳ سال وفات پائی اور ریاض کے مقبرۃ النسیم میں سپرد خاک ہوئے۔

اب کچھ تذکرہ اُن کے شائل و فضائل کا ہو جائے۔

جس دن ان کی والدہ کو شیخ صالح کے وزیر بننے کی خبر ملی تو وہ گویا

تک نہ بیکا ہوا بلکہ اس کی جڑیں اور زیادہ گہری ہوتی گئیں اور اس کے زائل ہونے کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔“

شرعی کمیٹیوں کے بارے میں کہا: ”ان کا کام صرف یہی رہ گیا ہے کہ سودی کاروبار کو اسلامی چھتری مہیا کی جائے۔“

کہا کہ شرعی کمیٹیوں نے بڑی مدت کے قرضوں کے لیے مدت کے مقابلے میں رقم بڑھانے کے کئی راستے تجویز کیے جو فقہی اعتبار سے تو قابل قبول نظر آتے تھے لیکن حقیقتاً ان حیلوں سے کم نہ تھے جو سود کو کسی نہ کسی شکل میں جواز عطا کر رہے تھے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے کافی تھے۔

اُن کے ایک شاگرد ”فریح“ پوچھتے ہیں: کیا آپ مجھے مشورہ دیں گے کہ میں بنک کی شریعہ کمیٹی کا رکن بنا جاؤں؟

انھوں نے کہا: ہرگز نہیں۔

میں نے کہا: آپ بھی تو اس کے ممبر رہے ہیں، اللہ آپ کی مغفرت کرے۔

کہا: ہماری بات سنی جاتی تھی لیکن تمہیں تو وہ مکھی کی طرح نکال پھینکیں گے۔

کہنے لگے: ہم بعض دفعہ کسی موضوع کے بارے میں کہتے کہ یہ حرام ہے، سود کے جواز کا حیلہ ہے، تو وہ اس بحث کو پلیٹ ڈالتے۔ پھر کئی سال بعد اسی موضوع کو دوبارہ پیش کیا جاتا تو میں انھیں بتاتا کہ میں تین سال قبل اس کے بارے میں گفتگو کر چکا ہوں۔

میں نے پوچھا: کسی اسلامی بنک کا نام بتائیں؟

کہنے لگے: کیا یہاں کوئی اسلامی بنک بھی ہے؟

اکثر ایوب سختیانی کا یہ قول دہرایا کرتے تھے:

”اللہ کو ایسے دھوکہ دیتے ہیں گویا بچوں کو دھوکہ دے رہے

ہیں، اگر سیدھے سیدھے اپنا مدعا بیان کر دیتے تو وہ زیادہ

بہتر ہوتا۔“

شیخ دس سال شرعیہ کمیٹی کے ممبر رہے، نہ خود کئی محتنانہ وصول کیا اور نہ کسی اور کو وصول ہونے دیا۔ اُن کے جاتے ہی ممبر زکوٰۃ محتنانہ دینے کا

آغاز ہو گیا۔

جب شئون الحرمین کے رئیس بنے تو ملازمین کی تنخواہوں کو بنک میں ڈپازٹ کرنے سے منع کر دیا اور وہ صرف اس لیے کہ وہ کسی بھی صورت سود کی آمیزش پسند نہیں کرتے تھے۔ اُن کی سادہ زندگی اور زہد و قناعت کے چند اور پہلو ملاحظہ ہوں:

قیام مکہ مکرمہ کے دوران انھیں حرم کے سامنے قصر ملک کے پانچویں دور میں رہائش کا استحقاق حاصل تھا لیکن وہ اپنی طبع کے مطابق امیرانہ خوبو سے بھاگتے تھے اس لیے محلہ جیاد کے الجوار ٹاور کی نویں منزل میں پچاس میٹر پر محیط ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہنا پسند کیا۔ اپنے دو سالہ دور ریاست میں تین اہم کام انجام دینے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

زمر کا کنواں ڈھک دیا گیا کیونکہ اس کا کھلا رہنا ماضی میں کئی حادثات کو جنم دے چکا تھا۔

مطاف میں مقام ابراہیم کے علاوہ بھی چند ایسی رکاوٹیں تھیں جن کی وجہ سے حجر اسود کی سیدھ میں طواف کرنے والوں کا ہجوم ہو جایا کرتا تھا، ان تمام رکاوٹوں کو ہٹایا گیا۔ اور ایسے ہی پہلی منزل میں بھی عین اسی جگہ چند رکاوٹیں تھیں انھیں بھی زائل کیا گیا۔

باب اجیاد کے میدان میں آنے جانے والے ہجوم کو کنٹرول کر کے باہمی ٹکراؤ سے بچانے کا اہتمام کیا گیا۔

ایک میٹنگ میں اس بات پر بحث ہو رہی تھی کہ ایسے حجاج کو جو پیدل حج کرتے ہیں کیسے منع کیا جائے، مراد یہ ہے کہ وہ باقاعدہ خیمے وغیرہ بک نہیں کراتے بلکہ راستوں پر بھی پڑاؤ ڈالتے ہیں اور چلتے پھرتے حج کرتے ہیں۔ شیخ نے کہا کہ میں نے شاہی حج بھی کیا ہے اور پیدل حج بھی، اور جو مزاپیدل حج میں آیا ہے وہ کہاں لگژری حج میں، اور پھر کہا کہ ہمیں حج پر امراء کی اجارہ داری نہیں چاہیے۔ غرباء کا بھی اتنا ہی حق ہے کہ جیسے چاہیں حج کریں۔

زہد کے بارے میں ان سے پوچھا گیا کہ آیا یہی اسوۂ رسول ﷺ ہے تو کہا: اللہ کے رسول موجود کو واپس نہ کرتے اور مفقود کے پیچھے

نہ بھاگتے۔

پوچھا گیا کہ اصلی زاہد کون ہے؟ کہا: جو اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کرتا ہے اور باقی اپنے مستقل (یعنی آخرت) کے لیے اٹھا رکھتا ہے۔ اس کے مقابلے میں بناوٹی زاہد وہ ہے جو مال سمیٹ سمیٹ کر رکھتا ہے، پھر نہ اپنے اوپر خرچ کرتا ہے اور نہ ہی اللہ کی راہ میں۔

اُن کے بیٹے ڈاکٹر عبداللہ نے بتایا کہ ہم تین بھائیوں کا مشترکہ اکاؤنٹ تھا جس میں سے ہر شخص ضرورت کے مطابق خرچ کر لیتا تھا، زکاۃ دینے کی نوبت یوں نہ آتی تھی کہ سال ختم ہونے سے پہلے ہی صدقات مستحقین تک پہنچ جاتے تھے۔

ایک واقف حال لکھتے ہیں:

انھوں نے اپنے لیے کبھی گاڑی نہیں خریدی اور نہ ہی موبائل فون۔ کہتے ہیں: ایک دفعہ شیخ میرے ساتھ کار میں سوار تھے، میں نے پوچھا کہ آپ نے گاڑی کیوں نہیں رکھی، کہا: تم تو صرف ایک گاڑی کے مالک ہو اور یہ جو سڑک پر جتنی گاڑیاں (یعنی ٹیکسیاں) نظر آ رہی ہیں، یہ سب میری ہیں، جب چاہوں کسی کو اشارے سے بلا کر سوار ہو سکتا ہوں۔ وزیر کی حیثیت سے ٹیکسی میں وزارت پہنچتے اور بعض دفعہ دربان کو قائل کرنا پڑتا کہ وہ خود وزیر ہیں، اس لیے اندر جانا چاہتے ہیں۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ اُن پر بڑا اعتماد کرتے تھے، افغان جہاد کے دنوں میں جن تین علماء کو شوال ۱۴۰۶ھ میں جہاد کے علمبردار تین کمانڈرز سیاف، گلبدین، برہان الدین اور شیخ جمیل الرحمن کے درمیان صلح کرانے کے لیے بھیجا، ان میں شیخ صالح الفوزان بھی شامل تھے۔

ان کے دو ساتھیوں کی تحریک پر ایک مرتبہ شاہ فیصل نے انھیں حسن خدمت کے طور پر انعام و اکرام سے نوازا، انھوں نے یہ رقم لے لی لیکن اس سے مدینہ منورہ میں کچھ اراضی خرید کر غرباء و مساکین کے لیے وقف کر دی۔

شاہ سعود کے ترکہ کی تقسیم پر انھیں معمور کیا گیا اور اس کے عوض انھیں اچھی خاصی رقم دی جا رہی تھی لیکن انھوں نے کوئی معاوضہ لینے سے انکار کر دیا۔

مدینہ سے کچھ فاصلہ پر ایک زرعی زمین خریدی، وہاں پودوں اور درختوں کو خود پانی دیتے، بکریاں صرف اس لیے رکھیں کہ اپنی والدہ کو اُن کا دودھ لاکر پلائیں اور جب والدہ کو یہ ضرورت نہ رہی تو یہ زمین ایک شخص کے ہاتھ سستے داموں بیچ ڈالی اور اتنی چھوٹ دی کہ ساری قیمت سات سالوں میں بالاقساط ادا کر دے۔

خریدار بغیر کوئی قسط ادا کیے انتقال کر گیا تو اس کے ورثاء زمین کے کاغذ واپس کرنے کے لیے آئے۔ شیخ نے کہا: زمین تمھیں مبارک ہو، میں اُسے خوش دلی کے ساتھ تمھیں عطا کرتا ہوں۔

شیخ اپنی جیب سے بھی محتاجین کی مدد کرتے وگرنہ اہل خیر کے نام سفارشی خطوط لکھ دیتے، انھوں نے ایسے لاتعداد خطوط لکھے ہوں گے۔ واشنگٹن میں ایک مشہور علمی و تحقیقی مرکز ہے جس کے قائم کرنے میں سعودیہ کے ایک مشہور بینک الراجحی کا مقتدر عطیہ شامل ہے جو صرف شیخ صالح کی سفارش پر دیا گیا تھا۔

ستمبر ۲۰۰۱ء میں شیخ امریکہ میں تھے، گیارہ ستمبر کے لگ بھگ ڈیٹرائٹ سے واشنگٹن اسی مرکز کے حوالے سے تشریف لائے تھے جہاں ایف بی آئی کے شکاری اُن کے تعاقب میں پہنچ گئے، اُن کا قصور یہ تھا کہ وہ جس ہوٹل میں ٹھہرے تھے وہاں ۹/۱۱ کے حادثہ کا ایک مبینہ ملزم بھی ٹھہرا تھا۔ بڑی لمبی تفتیش سے گزرے اور ایک ساعت اُن پر غفلت یا بے ہوشی بھی طاری رہی، پھر ہوش میں آئے اور اُن کے سوالات کا سامنا کیا۔ مقام شکر ہے کہ انھوں نے شیخ کی واپسی میں رکاوٹ نہیں ڈالی اور وہ جلد ہی واپس آنے میں کامیاب ہو گئے۔

ایک دفعہ ہندوستان یا پاکستان کی کسی کانفرنس میں تشریف لائے تھے، حمام میں گر پڑے اور بازو میں چوٹی آئی۔ پٹی باندھی گئی لیکن وہ کانفرنس کے تمام اجلاسوں میں برابر شریک رہے۔

اپنے ہم عصر علماء کے ساتھ ان کا برتاؤ کیسا تھا؟

فہد الفرج لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ صالح الفوزان کی مجلس میں حاضر ہوئے، ضعف بصارت کی بنا پر میں اُن کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔ مجلس کے قریب پہنچے تو کہا: جہاں پیچھے جگہ ملتی ہے بٹھا دو، لیکن میں نے

کرتے، جماعت تبلیغ کی مساعی کا من جملہ تحسین آمیز کلمات سے یاد کرتے لیکن اُن کے افغان جہاد میں شرکت نہ کرنے کا بھی ذکر کرتے۔

اُن کے بھائی سعد الحسین کہتے ہیں کہ کسی شخص سے تکلیف بھی پہنچی ہو تو اس کا عیب ذکر نہ کرتے۔ ایک شخص کے بارے میں صرف اتنا کہا کہ وہ تاجرانہ اخلاق کا مالک ہے۔

ایک واقف حال لکھتے ہیں کہ مغرب کے بعد حرم میں بارہ رکعات نفل ادا کرنے کا التزام رکھتے۔ حرم میں جہاں جگہ ملتی وہیں نماز ادا کر لیتے حالانکہ بحیثیت رئیس شئون الحرمین، انھیں امام کے بالکل پیچھے جگہ دی جاتی تھی۔

شیخ صالح اب اللہ کے جوار رحمت میں ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال صالحہ کو قبول فرمائیں اور اُن کے حسن عمل کو آخرت کے لیے توشہ بنائیں اور اس آیت کا مصداق بھی:

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعَدَ الصَّادِقُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ﴾ [الأحقاف: ۱۶]

خطیب کے ضرورت مند

ایک عمر رسیدہ محقق عالم، اردو پنجابی کے تجربہ

کار خطیب سے صرف خطبہ جمعۃ المبارک کے لیے نیز

رمضان المبارک میں نماز تراویح میں تلاوت کیے گئے

قرآن مجید کا خلاصہ سننے والے شوقین رابطہ قائم کریں۔

موبائل نمبر: 0336-3000730

آواز بلند ان کا نام پکارا تو شیخ فوراً لپکے اور آکر اپنے قریب بٹھایا اور کہا: شیخ! میں نے معہد علمی میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے، کہنے لگے: میں کیا اور میری تدریس کیا! وہ تو جگہ خالی تھی اس لیے مجھے خانہ پری کے لیے رکھ لیا گیا تھا۔

کاتب مقال لکھتے ہیں: مجلس سے رخصت ہوئے تو دونوں شیوخ کو اپنی کار میں سوار ہونے کی دعوت دی، شیخ صالح کے لیے کار کی اگلی نشست کا دروازہ کھولا گیا، دیکھا کہ شیخ صالح الفوزان پچھلی نشست پر بیٹھ چکے ہیں، کہنے لگے: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنی پیٹھ صالح الفوزان کی طرف کروں، اس لیے اگلی نشست چھوڑ کر اُن کے ساتھ بیٹھنے کو ترجیح دی۔

شیخ کے چند اور اقوال درج کیے دیتے ہیں:

”عدل“ کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس قول کو پسند کرتے تھے: ”ہر شخص کے لیے دوسروں کے ساتھ عدل کرنا اکثر احوال میں واجب ہے لیکن ظلم کرنا کسی بھی حال میں جائز نہیں، لیکن وہ ذرا سی تبدیلی کے ساتھ یوں کہا کرتے: ہر شخص کے لیے دوسروں کے ساتھ عدل کرنا ہر حال میں واجب ہے۔“

مغربی تہذیب یا اہل مغرب کے بارے میں کہا: اگر ایک مسلمان کو اہل مغرب پر تنقید کرنا ہی ہے تو اُن کے عیوب پر تنقید کرے لیکن ان کی خوبیوں کا نہ صرف اعتراف کرنا چاہیے بلکہ اس میں اُن سے مسابقت کرنا چاہیے اور اس بات کا خیال کرنا چاہیے کہ اسلام میں عدل ہر قیمت پر مطلوب ہے، اس میں کسی قسم کا ٹال مٹول یا رعایت قابل قبول نہیں۔“

کسی نے پوچھا: نماز پڑھتے وقت جوتے سامنے رکھنے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو کہا: مجھے امام شافعی کا یہ قول پسند ہے: اجعلها تؤمنی ولا تغمنی۔

بہتر ہے وہ میرے سامنے امام کی طرح ہوں نہ کہ میرے سے دور اور (پھر چوری ہو جائیں) اور مجھے اُن کے کھونے کا غم لاحق رہے۔“ کسی بھی شخص یا جماعت کے بارے میں منفی تذکرہ سے گریز

اطلاعات و اعلانات

معقول مشاہرہ کے ساتھ طعام و قیام کی سہولت دی جائے گی۔
برائے رابطہ: قاری صہیب احمد، قاری سلمان احمد
فون: 0333-4358421 / 0300-4401406

ضرورت رشتہ

رسالہ الاعتصام کو برگزیدہ شخصیات بھی پڑھتی ہیں۔ ان بزرگوں سے درخواست ہے کہ ایم۔ اے پاس، ذہین ترین، کارکردگی میں بے مثال، غربت اور حالات کی ستم گری کا شکار ہونے والی بچی کے لیے گڑ گڑا کر دعا کریں کہ بے بسی ختم ہو جائے اور اس کے لیے صحت مند کنوارا بغیر جہیز برسر روزگار رشتہ مل جائے، آمین۔

برائے رابطہ: 0343-4545600

لحسن سعودی والے قراء کی ضرورت

رمضان المبارک میں تراویح پڑھانے کے لیے ہمیں لحن سعودی قراء کی فوری ضرورت ہے۔ کچھ منزل اور صاف آواز میں عرب لہجے میں قرآن سننے والے قراء جلد رابطہ کریں۔ معقول خدمت کی جائے گی، ان شاء اللہ۔

(ادارہ نصر الائمہ کھیالی بانی پاس گوجرانوالہ۔ 0333-8112611)

اجتماع تبلیغی دورہ

۲۶ شعبان تا ۲۶ رمضان المبارک تبلیغی و اصلاحی دورہ کلیال وادی سون ضلع خوشاب میں منعقد ہوگا۔ اس دورے میں قرآن وحدیث میں وارد دعائیں یاد کروائی جائیں گی۔ نیز اصلاح عقائد پر لیکچر بھی ہوں گے۔ داخلے کے لیے فارم منگوائیں۔

(قاری عبدالوہاب اعوان، مدرسہ دارالسلام کلیال)

فون: 0334-7533601 / 0343-4604454

مولانا ڈاکٹر منظور احمد شفیق کی رحلت

مرالی والا ضلع گوجرانوالہ کے معروف عالم دین اور سماجی شخصیت حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد شفیق ۸ مئی ۲۰۱۳ء بروز بدھ انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ایک زندہ دل مبلغ توحید وسنت، عالم باعمل، قرآن کریم کو بڑی عمدہ آواز میں تلاوت کرنے والے عالم دین تھے۔ ان کی تبلیغ یقیناً دلوں پر اثر کرنے والی تھی۔ انھوں نے عرصہ بیالیس سال تبلیغ قرآن وسنت فرمائی۔

ان کی نماز جنازہ مولانا محمد عباس انجم گوندلوی صاحب نے پڑھائی۔ ہزاروں افراد شریک جنازہ ہوئے۔

(امیر حمزہ حماد طور، کھیالی بانی پاس، گوجرانوالہ)

ایک نیک خاتون کی وفات

کھیالی بانی پاس گوجرانوالہ کے حاجی محمد عارف، حاجی محمد ارشد، حاجی محمد صفدر چیمہ برادران کی والدہ محترمہ اور چوہدری عثمان عارف ایڈووکیٹ کی دادی محترمہ ۲۶ مئی ۲۰۱۳ء بروز اتوار وفات پا گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ بڑی پارسا، شب زندہ دار خاتون تھیں۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (امیر حمزہ حماد طور، گوجرانوالہ)

ضرورت برائے باروچی و سیکورٹی گارڈز

مرکز ادارۃ الاصلاح البدر بونگہ بلوچاں پھول نگر تحصیل پتوکی ضلع قصور کے لیے ایک باروچی اور تین سیکورٹی گارڈز کی اشد اور فوری ضرورت ہے۔ دینی ذوق رکھنے والے صوم و صلاۃ کے پابند حضرات رابطہ کریں۔

علم دین کی آبخار

۳۲

اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے دارالدعوة السلفية کی ہر ضرورت ہمیشہ پوری فرماتا رہا اسی طرح محبین دارالدعوة السلفية کو جب بھی علم ہوا یا ہم نے جب بھی ان کو پکارا تو انھوں نے بتوفیقہ تعالیٰ لبیک کہتے ہوئے اپنی بے لوث اور بے پایاں محبتوں سے ہم کو سرشار کر دیا۔

محبین کرام! رواں سال ختم ہونے یعنی رمضان المبارک آنے والا ہے۔ اس لیے دارالدعوة السلفية شدید مالی بحران سے دوچار ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دین مبین کے سینکڑوں نہیں ہزاروں ادارے اللہ تعالیٰ کے فضل خاص اور ان اہل خیر کے دم قدم سے رواں دواں ہیں جن کے مال کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ پسند فرماتا ہے، ہر ادارہ اپنے مقام پر حسب توفیق تعلیمی، تدریسی اور تبلیغی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ لیکن دارالدعوة السلفية خصوصاً اس کا وقیع شعبہ ”محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری“ ایک ایسی دینی علمی آبخار ہے جس کا فیض ہمیشہ جاری رہتا ہے اور اس فیض سے بفضلہ تعالیٰ ہر سال بیسیوں نہیں سینکڑوں تشنگان علم اپنے تصنیفی و تحقیقی ذوق کی سیرابی کر کے گم گشتگان ہدایت کی راہنمائی کرتے اور ان کو دلائل و نصوص سے مالا مال کرتے ہیں۔ اس لائبریری میں کم و بیش چھوٹی بڑی اٹھارہ ہزار کتب حوالہ (Refrence books) خصوصاً علوم قرآن و حدیث اپنے تمام متعلقات کے ساتھ، مسلک حقہ اہل حدیث یعنی مسلک محدثین اور علمائے اہل حدیث کی تصنیفات کا ایسا ذخیرہ ہے جس سے استفادہ کے لیے اندرون پاکستان کی تقریباً تمام یونیورسٹیاں اور بیرون ملک یونیورسٹیوں کے طلبائے علم بھی مستفید ہوتے ہیں۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ مجاہدین علم و دین ہماری اس درخواست پر فوری توجہ فرما کر حسب سابق دین کی اس جھلملاتی شمع کی بقا میں ہر ممکن کوشش فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ بذریعہ ڈاک یا بذریعہ بینک اپنا تعاون ارسال فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

دارالدعوة السلفية، 31- شیش محل روڈ، لاہور

فون نمبر: 042-37354406

ہفت روزہ الاعتصام، کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0541-01200-2466-4

دارالدعوة السلفية، کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 01-262-0335-2

الائیڈ بینک، بلال گنج برانچ، لاہور

آوازِ جرس

وہی عقل کی پرستش، وہی حوصلہ کی خامی
نہ وہ جرأتِ کلیسی، نہ وہ ذوقِ ہم کلامی
مرے روز و شب کی فطرت جو بدل سکو بدل دو
کہ نہیں قبول مجھ کو مہمہ و مہر کی غلامی
مرے حالِ مضطرب پر ابھی خندہ زن ہے دنیا
ابھی ڈھیل دے رہا ہے مرا سوزِ نا تہمای
میں زباں سے کیوں کہوں کچھ، مری خامشی ہے سب کچھ
مری ہر نظر گزارش، مرا ہر نفس پیامی
مرے سوزِ دل کی قیمت فقط اک نگاہِ الفت
ترے دردِ دل کا سودا یہی عشرتِ دوامی
تجھے خود پرست زاہد! مے و جام سے یہ نفرت!
کہیں تجھ کو لے نہ ڈوبے یہ غرورِ تشنہ کامی
مجھے کیا پیام دے گی، تری زندگی کی دنیا
کہ فنا کی وادیوں میں مجھے دی گئی سلامی
مجھے زندگی کی خاطر، نہیں ذلتیں گوارا
مجھے راحتیں مصیبت، مجھے موت ہے غلامی
مجھے ڈر ہے کالجوں کو نہ خراب جہل کر دے
یہ غرورِ علم و دانش یہ جنونِ پختہ کامی
مرے دل نے آج ماہر کوئی چیز ان سے مانگی
بہ نگاہِ مستِ خسرو، بہ سروِ قلبِ جامی

(ماہر القادری)